ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

اپریل 2004ء
صفر ۱۴۲۵ھ

4

بنتِ رسول اللہ ﷺ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

عذر گناہ بدتر از گناہ

قادیانیوں کا موجودہ سربراہ بھی سابق سربراہوں کی طرح بدکردار ہے

ورلڈ اسلامک فورم برطانیہ کے چیئرمین مولانا محمد عیسیٰ منصوری

کا ''نقیبِ ختمِ نبوت'' کے لیے انٹرویو

نواب کالاباغ نے مولانا محمد گل شیر کو شہید کرایا

اخبار الاحرار
مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں

تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء کے شہداء کی یاد میں

سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس

9 اپریل 2004ء
جمعۃ المبارک

جامع مسجد چیچہ وطنی

زیر صدارت
حضرت مولانا
خواجہ خان محمد دامت برکاتہم
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
خانقاہ سراجیہ مجددیہ، کندیاں

زیر سرپرستی
حضرت پیر جی ابن امیر شریعت
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ
امیر مجلس احرار اسلام

پروگرام ان شاء اللہ

پہلا اجلاس: قبل از نماز جمعۃ المبارک

دوسرا اجلاس: بعد از نماز جمعۃ المبارک

تیسرا اجلاس: بعد نماز عشاء

زعماء احرار کے علاوہ تمام مکاتب فکر
کے جید علماء کرام
دینی جماعتوں کے رہنما اور دانشور
خطاب فرمائیں گے

شعبہ نشر واشاعت

فون: 0445-482253

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی

احرار گرافکس

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان
REGD.M#32
جلد 15 شمارہ 4 اپریل 2004ء صفر ۱۴۲۵ھ

بیاد سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر
شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

رفقائے تحریر
چوہدری ثناء اللہ بھٹہ، پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر
الیاس میراں پوری

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک: 150 روپے
بیرون ملک: 1000 روپے
فی شمارہ: 15 روپے

یو بی ایل چوک مہربان ملتان
اکاؤنٹ نمبر: 1-5278

مقام اشاعت
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
فون 061-511961

حسنِ ترتیب

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	3
	حمد باری تعالیٰ (ابوسفیان تائب) نعت (ساغر صدیقی)		4
دین و دانش:	درس قرآن	محمد احمد حافظ	6
//	درس حدیث	یحییٰ نعمانی	9
//	خلافت و ملوکیت	پروفیسر طاہر علی الہاشمی	14
//	سیدہ زینب رضی اللہ عنہا	ابومعاویہ رحمانی	19
//	قرب الٰہی	حمید اللہ جمیل	23
افکار:	عذر گناہ بدتر از گناہ	سید یونس الحسنی	25
//	پت جھڑ کا عذاب	محمد عمر فاروق	28
//	معافی	تبصرہ: اے آروائی	30
شخصیت:	سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ	حکیم محمود احمد ظفر	33
انٹرویو:	مولانا محمد عیسیٰ منصوری کا "نقیب ختم نبوت" کیلئے انٹرویو	محمد معاویہ رضوان	38
تاریخ کی شہادت:	مولانا گل شیر کی شہادت اور نواب آف کالاباغ کا قتل	نوائے وقت	42
نقد و نظر:	جنگ آزادی کے پرستاروں پر تنقید کی مہم	ضیاء الدین لاہوری	44
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	ابوالادیب	49
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاک و ہند کی سرگرمیاں	ادارہ	50
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	عینک فرنگی	55
شاعری:	ملک ایک، مسلک دو (شورش کاشمیریؒ) غزل (سید ابوذر بخاریؒ)		56
	فطرتِ احرار (پروفیسر خالد شبیر احمد) نظم (سید کاشف گیلانی)		
	بیٹی غریبِ شہر کی...... (شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)		
	آخری صفحہ	ساغر اقبالی	64

ای میل ایڈریس
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

ناشر سید محمد کفیل بخاری طابع تشکیل پرنٹرز

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

نورِ ہدایت

القرآن

''اور وہ وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کئے۔ اور ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں بنائیں۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔''

(سورۃ الرعد۔ آیت 3)

الحدیث

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار مواقع ہیں جن میں دعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے۔ راہ خدا میں جنگ کے وقت اور جس وقت آسمان سے بارش ہو رہی ہو (اور رحمت کا سماں ہو) اور نماز کے وقت اور جب کعبۃ اللہ نظر کے سامنے ہو۔''

(معجم کبیر طبرانی)

الآثار

''علماء میں مداہنت آ گئی ہے یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرّف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں۔ ذاتی منفعت وعزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض رہنما نہیں ہے۔''

(چودھری نیاز علی کے نام۔ ''فیضان اقبال'')

دل کی بات

سُبو اپنا اپنا ہے، جام اپنا اپنا

دہشت گردی کے خاتمے کی آڑ میں امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک دنیا کے امن پسند مسلمان ملکوں پر ظلم وستم کے تمام حربے آزما رہے ہیں۔ بے گناہ عوام کو قتل کر رہے ہیں۔ ہر طرف خوف وہراس، وحشت و دہشت اور ہُو کا عالم ہے۔ کروسیڈ امریکہ پوری دنیا (خصوصاً مسلم دنیا) پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہا ہے۔ مسلم حکمرانوں نے مارے خوف کے چُپ سادھ لی ہے۔ لیبیاء، ایران، شام اور دیگر مسلم ممالک کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ ''فرنٹ لائن سٹیٹ'' کا چودھری امریکی مفادات کے لیے بہترین خدمات پر ''نان نیٹو اتحادی'' کا تمغہ حسن کارکردگی سینے پر سجائے ملکوں ملکوں اتراتا پھرتا پھولا نہیں سماتا۔ روشن خیالی اور ترقی پسندی کا نعرہ بلند کر کے دوقومی نظریے کو یک قومی نظریے میں بدلا جا رہا ہے۔ فیڈریشن اور کنفیڈریشن کی باتیں ہو رہی ہیں۔ پاک بھارت کرکٹ میچ سیریز چل رہی ہے۔ سٹیڈیم کے باہر بینر آویزاں ہیں: ''اتحاد واتفاق میں برکت ہے، پیار تو ہونا ہی تھا'' 1947ء میں جس پیار اور اتحاد واتفاق کو ہندو اور کانگریس نوازی کہا گیا۔ آج وہ کیسے اور کیوں جائز ہے؟ صرف اس لیے کہ امریکہ و برطانیہ کا ایجنڈہ اور نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے۔ بانی پاکستان کی بیٹی دینا واڈیا اور نواسہ نواسی جنہوں نے بابا کے دیس میں رہنا تو پسند نہیں کیا لیکن کرکٹ میچ دیکھنے بابا کے دیس میں آئے ہیں۔ مسئلہ کشمیر گلیشر کے نیچے دبا دیا گیا ہے۔ فریضۂ جہاد کی امریکی تعبیر کی جارہی ہے۔ نصاب تعلیم سے قرآنی آیات نکالی جارہی ہیں۔ قوم کھیل کود میں مصروف ہے اور وانا (وزیرستان) میں محب وطن مسلمان فوج' محب وطن مسلمان قبائل سے برسرپیکار ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق 100 کے قریب بے گناہ قبائلی اور 50 کے قریب فوجی شہادت کے رتبہ پر فائز ہو چکے ہیں۔ یہ وہی قبائلی ہیں جو آپ کے محافظ تھے اور ہیں۔ آج آپ انہیں دشمن قرار دے کر قتل کر رہے ہیں۔ مکانات، دکانیں اور بستیاں مسمار کر رہے ہیں۔ جنرل حمید گل نے سچ کہا ہے: ''ایک طرف فوجی ڈسپلن جبکہ دوسری طرف شہیدانِ وفا ہیں۔'' یہ خطرناک کھیل کس کے اشارے اور کس کے حکم پر کھیلا جارہا ہے؟ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا' ہر ذی شعور محب وطن پر واضح ہے۔

اِدھر سیاسی قیادت ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر قوم کو باہر نکلنے کی دعوت دے رہی ہے۔ مجلس عمل کی قیادت کا رویہ انا ولا غیری کا مصداق ہے۔ انہوں نے جنرل پرویز کو صدر بنایا اور اُن کے تمام اقدامات کو قانونی جواز اور تحفظ فراہم کیا۔ اُن کی معنی خیز خاموشی سوالیہ نشان ہے۔ قوم نے مجلس کی قیادت سے جو توقعات وابستہ کر رکھی تھیں انہیں شدید دھچکا لگا ہے۔ جب کسی قوم کی قیادت، مفاہمت، مصلحت، خاموشی، چشم پوشی، اور راہِ فرار اختیار کرلے تو قوم کیسے جاگے؟ قومی کردار ہی زوال آشنا ہے تو قوم کیوں کر باہر نکلے؟ افغانستان اور عراق کے مسلمان عوام خراج تحسین کے مستحق ہیں' جنہوں نے ہزار ستم سہہ کے بھی مزاحمت اور استقامت کی راہ اختیار کی۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ وہ ایک زندہ قوم ہیں اور اُن کا ایک قومی کردار ہے۔ فلسطین کی تحریک مزاحمت ''حماس'' کے سربراہ شیخ احمد یسین کو اسرائیلی حکومت نے علی الاعلان شہید کر دیا مگر اُس معذور اور نابینا مجاہد نے فلسطینی قوم میں عزم واستقامت اور جہاد کا جو جذبہ بیدار کیا ہے' وہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ امریکہ اور اس کے اتحادی دہشت گردوں کا خیال ہے کہ وہ ان پرعزم لوگوں کو اپنے راستے سے ہٹا کر کامیابی حاصل کرلیں گے مگر ایک زندہ قوم کی موجودگی میں یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ ہم نے مفاہمت اور فرار کا راستہ اختیار کیا لیکن عراق اور افغانستان نے مزاحمت اور جہاد کا راستہ اختیار کیا۔ جیت اُنہی کی ہوگی۔

ابوسفیان تائب

حمد باری تعالیٰ

مکان و لامکاں میں لائقِ حمد و ثنا تُو ہے
فقط ہے بندگی تیری جہانوں کا خدا تُو ہے
اندھیرے میں اُجالے میں ہے جو بھی ' دیکھتا تُو ہے
تصور میں نہیں آتا تصور سے ورا تُو ہے
دلوں میں راز پوشیدہ سبھی کے جانتا تُو ہے
بڑا کوئی نہیں لیکن بڑوں سے بھی بڑا تُو ہے
بھکاری ہیں سبھی تیرے رزق کرتا عطا تُو ہے
غریبوں بے نواؤں کا حقیقی آسرا تُو ہے
مصائب ابتلاؤں میں بس اک مشکل کشا تو ہے
گناہوں پر بھی ستّاری پردے ڈالتا تُو ہے
وہ دل بے شک ہے نورانی کہ جس میں بس گیا تُو ہے
تیرے در کا سوالی ہوں بخشش اور عطا تُو ہے
گنہگاروں ، خطاکاروں پہ رحمت کی رِدا تُو ہے
جو عاصی ہو کے تائبؔ ہوں
انہیں کو بخشتا تُو ہے

ساغر صدیقی مرحوم

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

سرمایۂ حیات ہے سیرت رسول کی
اسرارِ کائنات ہے سیرت رسول کی

پھولوں میں ہے ظہور' ستاروں میں نور ہے
ذاتِ خدا کی بات ہے سیرت رسول کی

بنجر دلوں کو آپ نے سیراب کردیا
اک چشمۂ صفات ہے سیرت رسول کی

چشمِ کلیم ایک تجلّی میں بک گئی
جلووں کی واردات ہے سیرت رسول کی

جور و جفا کے واسطے برق ستم سہے
دنیاءِ التفات ہے سیرت رسول کی

تصویرِ زندگی کو تکلّم عطا کیا
حسنِ تصوّرات ہے سیرت رسول کی

ساغؔر سرور و کیف کے ساغر چھلک اٹھے
صبحِ تجلّیات ہے سیرت رسول کی

درس قرآن
محمد احمد حافظ

مومن بندوں کی قرآنی صفات

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقَانِتِیْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰابِرَاتِ وَالْخَاشِعِیْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِیْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِیْنَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِیْنَ اللّٰہَ كَثِیْراً وَالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّاللّٰہُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْماً (سورۃ احزاب۔۳۵)

’’بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور متواضع رہنے والے مرد اور متواضع رہنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں، رکھی ہے اللہ نے ان کے لیے مغفرت وبخشش اور بہت بڑا ثواب۔‘‘

اوپر ذکر کردہ آیت اور ترجمہ سورۂ احزاب کی ۳۵ ویں آیت کا ہے۔ اس سورت میں اکثر وبیشتر احکام حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم واطاعت اور محبت سے متعلق یا کسی بھی قسم کی ایذا وتکلیف پہنچانے کی ممانعت سے متعلق ہیں۔ زیرِنظر آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کچھ عورتیں جمع ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ قرآن مجید میں جتنے بھی احکام مذکور ہوئے ہیں، وہ سب مردوں کو مخاطب کر کے، کیا قرآن میں عورتوں کے لیے کچھ نہیں (یعنی بعض احکام عورتوں کو براہِ راست مخاطب کر کے دیئے جاتے تو ان کے لیے اعزاز کی بات ہوتی) چنانچہ اوپر کی آیت نازل ہوئی جس میں مرد وعورت دونوں کا علیحدہ علیحدہ صیغوں کے ساتھ ذکر ہے۔

مذکورہ آیت میں مومن مرد وعورت کی بعض خاص صفات بیان کی گئی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو نہایت ہی محبوب ہیں اور درحقیقت رب تعالیٰ کو انہی صفات کے حامل بندے مطلوب ہیں۔ ان صفات میں سے ہر ہر صفت پر غور وفکر کیا جائے تو معنیٰ و مفہوم کے نئے نئے باب کھلتے ہیں۔ جن کے اندر جھانک کر ہر مسلمان اپنی ایمانی کیفیات کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔ گویا یہ صفات آئینہ ہیں ہر مومن مرد وعورت کے لیے۔ اس لیے ہم ان تمام صفات کو علیحدہ علیحدہ ذکر کئے دیتے ہیں۔

المسلمین والمسلمات: وہ مرد وعورت جو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو چکے ہیں۔ جنہوں نے قرآن مجید کے الٰہی

احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو بہ دل و جان قبول کرلیا ہے' جن کے ظاہری وجود سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی جو اسلامی ضابطے اور شرعی قواعد کے خلاف ہو۔

المومنین والمومنات: ان اللہ کے بندوں کا صرف ظاہری سراپا ہی دینی احکام کے مطابق نہیں ڈھل گیا بلکہ دل سے بھی اس بات کا یقین راسخ رکھتے ہیں کہ اللہ کے دیئے ہوئے احکام ہی حق اور سچ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہی صحیح ہے۔ ان کے دلوں میں یہ بات پوری قوت کے ساتھ بیٹھ گئی ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہدایت کا نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ باقی سب طریقے طاغوت اور شیطان کے ہیں۔

القانتین والقانتات: اطاعت وفرماں برداری پر مداومت کرتے ہیں۔ دینی احکام کے سامنے اپنے سروں کو جھکا دیتے ہیں۔ ان احکام میں رخصتیں تلاش نہیں کرتے۔ دین کے تقاضوں کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔

الصادقین والصادقات: گفتار و کردار کے سچے ہیں۔ جھوٹ، دغا، فریب اور بدنیتی جیسے رذائل ان بندوں میں نہیں پائے جاتے۔ ان کی زبانیں وہی بولتی ہیں جس کی اجازت دین اسلام نے دی ہے اور جن پر ان کا ضمیر مطمئن ہے۔ عمل بھی وہی اختیار کرتے ہیں جو شریعت کے مطابق ہے۔

الصابرین والصابرات: صبر کے تین معنیٰ ہیں:

۱) اللہ و رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکام پر پوری استقامت کے ساتھ ڈٹ جانا۔
۲) فواحش ومنکرات اور برائیوں کے ارتکاب سے اپنے آپ کو سختی سے روک لینا۔
۳) آفتوں، مصیبتوں اور بلاؤں کو ہمت اور حوصلے سے برداشت کرنا۔

چنانچہ یہ اللہ کے بندے اور بندیاں صراطِ مستقیم پر چلتے ہیں۔ اپنے آپ کو منکرات سے بچاتے ہیں اور اس راہ میں جو بھی تکلیفیں، ایذائیں اور رکاوٹیں پیش آئیں۔ خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ کوئی بھی بڑے سے بڑا لالچ نفس کی کوئی بھی خواہش اور کسی ظالم کا ظلم انہیں صراطِ مستقیم سے انحراف کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔

الخاشعین والخاشعات: عاجزی وانکساری ان کا شیوہ ہوتی ہے۔ دینی عبادات ہوں یا دنیاوی معاملات تواضع ان کا خاص شیوہ بن جاتا ہے۔ ان کی حالت نمازوں کی ادائیگی کے دوران خصوصاً قابل دید ہوتی ہے کہ جب یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے ہیں تو گویا باقی دنیا سے یکسر لاتعلق ہوگئے ہیں۔ صرف ان کے اعضاء وجوارح اللہ کے حضور نہیں جھکے ہوتے بلکہ دل ودماغ اور ان کی ساری سوچیں بھی اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ عبادات کو پورے سکون، سلیقے اور قرینے سے ادا کرتے ہیں۔

المتصدقین والمتصدقات: صدقہ وخیرات اور اپنے اموال سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں۔ صدقات واجبہ ہی

نہیں۔صدقات نافلہ کا بھی خوب خوب اہتمام رکھتے ہیں۔غریبوں،یتیموں،مسکینوں اور بے آسرا لوگوں کی اپنے اموال کے ذریعے خبر گیری رکھتے ہیں۔جب اور جہاں اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے مال کی ضرورت پیش آجائے تو بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔

الصائمین والصائمات: اللہ کے یہ نیک بندے روزوں کی کثرت کرتے ہیں۔فرض روزوں کے چھوڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔نفلی روزوں کا بھی اہتمام کرتے ہیں تاکہ ان کا جسم کثافتوں اور رذالتوں سے پاک ہو جائے اور انہیں زیادہ سے زیادہ قربِ الٰہی نصیب ہو سکے۔

الحافظین فروجھم والحافظات: یہ نیک مرد وعورت اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔زنا کے قریب بھی نہیں بھٹکتے۔اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ عریاں اور فحش لباس سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے۔میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ایک زبان دوسری شرم گاہ۔''اوکما قال علیہ السلام

الذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات: اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں۔صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ نے سعید بن منصور،ابن منذر اور مجاہد کے حوالے سے لکھا ہے کہ کسی آدمی کو''ذاکر''اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ وہ شخص اٹھتے بیٹھتے،لیٹے ہوئے اللہ کو یاد نہ کرنے لگے۔مطلب یہ کہ زندگی کے ہر طور طریقے میں عبد مومن کی زبان یادِ الٰہی سے تر رہے۔اس کی حمد وثناء بیان کرتا رہے،ہر دم،ہر آن اللہ کو پکارے،اسی سے مدد طلب کرے اور اس کی رحمت کا طلب گار رہے۔اللہ تعالیٰ کے ہاں انہی اوصاف کے حاملین کی قدر وقیمت ہے۔جو بندہ اپنے آپ کو ان قرآنی صفات کے مطابق ڈھال لے اس کے لیے خوشخبری ہے کہ اس کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ ہے **(اعد اللہ لھم مغفرۃ و اجراً عظیماً)**

مقامِ فکر: اب یہاں سوچنے کی بات ہے کہ آپ میں اور ان قرآنی صفات میں کس حد تک مطابقت ہے؟ کیا یہ مطابقت سو فیصد ہے،یا اسی فیصد ہے یا پچاس فیصد؟......سو فیصد ہے تو سبحان اللہ۔کہا جا سکتا ہے کہ آپ اللہ کے محبوب بندے ہیں۔اسی فیصد مطابقت ہے تو بھی غنیمت ہے......لیکن اگر مطابقت کا گراف نیچے گرتا گرتا پچاس فیصد تک رہ گیا ہے تو مقامِ فکر ہے۔اپنے اعمال کا جائزہ لینے اور انہیں ان صفات کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔

یہاں ان لوگوں کے لیے بھی مقامِ فکر ہے۔جنہوں نے اپنے آپ کو دینی جماعتوں تنظیموں اور تحریکات سے وابستہ کر رکھا ہے۔یقیناً دینی تنظیمات کا اوّل آخر مقصد اسلام کی سر بلندی ہوتا ہے لیکن اگر کارکنان جماعت ایمان کامل، اطاعت و بندگی،خشیتِ الٰہیہ،تواضع وانکساری،صدق وصفا،صبر ورضا،انفاق فی سبیل اللہ جیسے اوصاف سے تہی دست ہوں۔خواہشات نفس کے اسیر ہوں،ان کے دنیاوی اوقات میں ذکر واذکار کا حصہ بہت کم ہو تو پھر ان کا دعویٔ جاں سپاری باطل ہو جاتا ہے۔دینی جماعتوں کے وابستگان کو خصوصاً اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

وما علینا الا البلاغ

عمر فاروق ہارڈ ویئر اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل
گورنمنٹ سے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار، ڈیرہ غازی خان فون 0641-462483

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس، تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

پروفیسر قاضی محمد طاھر علی الہاشمی (قسط:۱)

خلافت وملوکیت

خلافت کا لغوی مفہوم

لفظ خلافت مصدر کا صیغہ ہے۔اس کا مادہ خَلْفٌ ہے۔اس کا معنی جانشین ہونا۔اور ایک کی جگہ دوسرے کا آنا ہے۔علماءِ لغت کے نزدیک خلف آگے اور سامنے کی ضد ہے یعنی پیچھے یا پیٹھ کی جانب ''اَلْـخَلْفُ ضدّ قدّام '' قرآن مجید میں یہ لفظ متعدد مقامات پر اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔یَعْـلَـمُ مَـابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ''پیچھے ہونا'' زمان اور مکان کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے۔(بعد میں آنا یا پیٹھ کے پیچھے ہونا) اور باعتبار مرتبہ اور رتبہ کے بھی ہوسکتا ہے۔نائبِ وقت یا مرتبے کے اعتبار سے پیچھے ہوتا ہے۔اس لئے خلافت کے معنی ہی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:و خلف فلان فلاناً قام بالا مر عنه اما معه 'و امابعده' ...... و لخلافة النيـابة عـن الـغيـر امـاالـغيبة الـمـنوب عنه وامّا لموته وامالعجزه واما لتشريف المستخلف وعلىٰ هذالوجه الاخير استخلف الله اولياء ه' فى الارض .

''فلاں شخص فلاں کا خلیفہ بن گیا ہے یعنی اس کی طرف سے کام کرنے کا ذمہ دار ہوگیا ہے خواہ اس کے ساتھ یا اس کے بعد اور خلافت کسی دوسرے کی نیابت کرنا ہے۔منوب عنہ (جس کا نائب ہو) کے غائب ہونے کی وجہ سے یا اس کی موت کی وجہ سے یا اس کے کمزور اور عاجز ہونے کی وجہ سے یا جسے خلیفہ (نائب) بنایا گیا ہے۔اسے بزرگی اور شرافت عطا کرنے کی وجہ سے۔اور اسی آخری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔'' (مفردات القرآن تحت مادہ خلف)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: والـخلافة الا مارة وهـى الـخـليـفـىٰ وانه لخليفة بين الخلافة والخلّيفىٰ فى حديث عمر لولا الخلّيفىٰ لا ذنتُ وقال غيره الخليفة السلطان الاعظم ......

''خلافت کے معنی امارت کے ہیں اور خلّیفیٰ کے بھی یہی معنیٰ ہیں کیونکہ اس کی امارت وحکومت ایک واضح حقیقت ہے اور خلّیفیٰ کا لفظ حدیثِ عمرؓ میں آیا ہے کہ اگر میں خلیفہ نہ ہوتا۔(یعنی مجھ پر خلافت وامارت کی ذمہ داریاں نہ ہوتیں) تو میں خود اذان دیتا۔اس کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے کہ خلیفہ بڑے حکمران کو کہا جاتا ہے۔'' (لسان العرب ج۹ص۸۳)

اس لغوی تحقیق سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ خلافت صرف جانشینی اور نیابت کو نہیں کہا جاتا۔ بلکہ نیابتی حکومت کو بھی خلافت کہا جاتا ہے۔اسی طرح خلیفہ صرف نائب اور جانشین کو نہیں کہا جاتا۔بلکہ نیابتی حکومت کے سربراہ کو بھی خلیفہ کہا جاتا ہے۔

خلافت کی اِصطلاحی تعریف:

امام ابوالحسن ماوردی لکھتے ہیں:**الا مامة موضوعة لخلافة النبوّة فی حراسة الدین وَسیاسة الدُنیا .**
''امامت (اسلامی حکومت) نبی ﷺ کی نیابت' دین اسلام کی حفاظت اور امور دنیا کا نظم ونسق چلانے کے لئے قائم کی جاتی ہے۔'' (الاحکام السلطانیہ طبع مصر ص۵)

امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ:**ریاسة عامة فی الدّین و الدّنیا خلافة عن النبی ﷺ**
''وہ عمومی ریاست جو دینی اور دنیوی امور میں نبی ﷺ کی بطور نیابت کام کرتی ہو۔'' (مجموعہ شامی باب الامامۃ)

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی لکھتے ہیں:''خلافت وہ ریاست عامہ ہے جو اقامتِ دین کی جانب متوجہ رہتی ہو۔''
(ازالۃ الخفاء)

مذکورہ تعریفات سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ خلافت وہ عمومی ریاست ہے۔ جو حضور نبی کریم ﷺ کی نیابت میں اقامتِ دین کے فرائض سرانجام دیتی ہو۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:''اصطلاح شریعت میں ''خلافت'' اس اسلامی سلطنت اور بادشاہت کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے بطریق نیابت آنخضرت ﷺ کی شریعتِ نبویہ کو قائم اور مستحکم کیا جائے۔ اور جو شخص نائبِ نبی ﷺ ہونے کی حیثیت سے دین کے قائم رکھنے کا انتظام کرے وہ خلیفہ ہے۔ اور نائب ہونے کی حیثیت کی قید اور شرط اس لئے لگائی۔ تاکہ لفظ خلیفہ کے مفہوم سے انبیاء خارج نہ ہوجائیں۔ اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات حق تعالیٰ کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کے نائب ہونے کی حیثیت سے دین کو قائم کرتے ہیں۔'' (خلافتِ راشدہ ص۶)

قرآن کریم، احادیث اور عام محاورات واستعمالات عرب میں خلیفہ وخلفاء' امام وائمہ' ملک وملوک' سلطان و سلاطین' امیر وامراء استخلاف فی الارض' وراثتِ ارضی اور تمکین فی الارض...... یہ سب الفاظ اپنے مصداق میں مترادف اور ہم معنیٰ ہیں۔ جو کسی قوم کے اور ملک کے بڑوں' سرداروں اور سربراہوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی لفظ مومن' مسلم' عادل وصالح کے لئے معیّن نہیں اور نہ ہی کوئی لفظ کافر وفاسق اور ظالم وغیرہ کے لئے خاص ہے۔

خلیفہ:

یہ لفظ قرآن مجید کی سورۂ بقرہ آیت ۳۰ اور سورۂ ص آیت ۲۶ میں آیا ہے

۱۔وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔
''اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔'' (پ۱۔البقرہ آیت ۳۰)
۲۔یَادَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ''اے داؤد ہم نے بنایا تجھ کو نائب زمین میں۔'' (پ۲۳،ص، آیت ۲۶)

اسی طرح لفظ خلیفہ کی جمع خلفاء اور خلائف بھی متعدد مرتبہ استعمال ہوئی ہے۔

خلفاء:

وَاذْکُرُوْا اِذْجَعَلَکُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ. ''اور یاد کرو جبکہ تم کو سردار کر دیا پیچھے قوم نوحؑ کے۔''

(پ۸۔اعراف آیت ۶۹)

وَاذْکُرُوْا اِذْجَعَلَکُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ. ''اور یاد کرو جبکہ تم کو سردار کر دیا عاد کے پیچھے۔''

(پ۸،اعراف،آیت۷۴)

خلائف:

وَھُوَالَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰئِفَ الْاَرْضِ ۔''اور اسی نے تم کو نائب کیا ہے زمین میں۔''(پ۸،انعام،آیت ۱۶۵)

وَجَعَلْنٰھُمْ خَلٰئِفَ...... ''اور بنا دیا ہم نے انہیں نائب۔''(پ۱۱،یونس،آیت ۷۳)

ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰئِفَ فِی الْاَرْضِ ''(اللہ)وہی ہے جس نے کیا تم کو قائم مقام زمین میں۔''(پ۲۲،فاطر،آیت ۳۹)

''استخلاف فی لارض'' بھی دو مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ وَ یَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ .''اور خلیفہ کر دے تم کو زمین میں۔''(پ۹،اعراف،آیت ۱۲۹)

۲۔لَیَسْتَخْلِفَنَّکُمْ فِی الْاَرْضِ .''وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا۔''(پ۱۸،نور،آیت ۵۵)

مُلک ،مَلِک ،مُلُوک اور سلطان:

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ وَ الْحِکْمَۃَ

''اور مار ڈالا داؤد نے جالوت کو اور دی داؤد کو اللہ نے سلطنت اور حکمت۔''(پ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۵۱)

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکاً ."بیشک اللہ نے مقرر کر دیا تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ۔''(پ۲،البقرہ،آیت ۲۴۷)

وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُم اِذْ جَعَلَ فِیْکُم اَنْبِیَاءَ وَجَعَلَکُمْ مُلُوْکاً ......''اور جب کہا موسیٰؑ نے اپنی قوم کو)یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور جب پیدا کیئے تم میں نبی اور کر دیا تم کو بادشاہ۔'' (پ۶،المائدہ،آیت ۲۰)

وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا. اور عطا کر دے مجھے اپنے پاس سے حکومت کی مدد۔

(پ۱۵،بنی اسرائیل،آیت ۸۰)

اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً .''میں تجھ کو کروں گا سب لوگوں کا پیشوا'' (پ۱،البقرہ،آیت ۱۲۴)

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَاماً .''اور کر ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا''(پ۱۹،الفرقان،آیت ۷۴)

وَجَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ .''اور کیا ہم نے ان کو پیشوا کہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف۔''(پ۲۰،القصص،آیت ۴۱)

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ۔ ''اور کئے ہم نے ان میں سے پیشوا جو راہ چلاتے تھے ہمارے حکم سے۔''
(پ۲۱،السجدہ،آیت۲۴)

فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۔ ''تو لڑو کفر کے سرداروں سے۔''(پ۱۰،توبہ،آیت۱۲)

احادیثِ طیّبہ میں بھی یہ الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انامالک الملوک وملک لملوک ۔ میں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔(مشکوٰۃ ص۳۲۳)

حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو بحری جہاد کی وجہ سے جنت کی خوشخبری سنائی اور ان کے حق میں فرمایا کہ وہ ''کالملوک علی الاسرۃ'' ایسے ہیں جیسے بادشاہ اپنے شاہی تختوں پر بیٹھے ہوں۔(صحیح بخاری کتاب الجہاد)

السّلطان ظلّ اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ. سلطان (مسلمان بادشاہ) زمین میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سایہ ہے جس کے پاس اللہ کے بندوں میں سے ہر ایک مظلوم دادرسی اور انصاف کے لئے رجوع کرتا ہے۔
(الترغیب والترہیب ج۳،ص۶۸)

السلطان ظلّ اللہ فی الارض فمن اکرمہ اکرمہ اللہ ومن اھانہ اھانہ اللہ (کنزالعمال برحاشیہ مسند احمد ج۲ص۱۳۱)
سلطان زمین میں اللہ کا سایہ ہے جس نے اس کی عزت کی اللہ اس کی عزت کرے گا اور جس نے اس کی توہین کی اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔

انّ احبّ النّاس الی اللہ یوم القیٰمۃ وادناھم منہ مجلساً امام عادل والبغض النّاس الی اللہ وابعدھم منہ مجلساً امام جائر ''آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور اس کے زیادہ قریب امام عادل ہوگا اور سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے دور ظالم امام ہوگا۔''(ترمذی۔ابواب الاحکام)

محولہ بالا آیات واحادیث سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ امام، ائمہ، امیر، امراء، خلیفہ، خلفاء ملک، ملوک، سلطان اور سلاطین کے الفاظ باہم مترادف ہیں اور ملک، ملوک اور سلطان کے الفاظ کے استعمال سے کہیں بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس سے مراد صرف ظالم، جابر اور فاسق ہی ہیں۔

تاریخ اسلام میں خلافت اس ادارہ کو کہتے ہیں جو امت مسلمہ کے مرکز کی حیثیت رکھتا ہو۔اور خلیفہ اس ادارے کے سربراہ کو کہتے ہیں جو سرداری اور سربراہی میں آپ ﷺ کا جانشین ہوتا ہے۔چونکہ حضور نبی کریم ﷺ خاتم النبیین تھے اور وحی رسالت کا سلسلہ آپ ﷺ پر منقطع ہوگیا تھا۔اس لئے آپ ﷺ کی رحلت کے بعد ایک انتظامی سربراہ (خلیفہ) کی ضرورت تھی جو شیرازۂ امت کو بکھرنے سے بچائے۔اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اوامر ونواہی کو نافذ کرے۔غلبۂ دین اور اقامتِ دین کا فریضہ سرانجام دے۔اس کام کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آنحضرت نبی کریم ﷺ کا جانشین یعنی خلیفہ منتخب کرلیا۔اور انہیں خلیفۃ الرسول ﷺ کہنے لگے۔

اس طرح خلافتِ اسلامیہ کا ادارہ وجود میں آ گیا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے انہیں بھی خلیفۃ الرسول ﷺ کہنا شروع کر دیا۔ ایک دن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کا خلیفہ نہیں ۔ بلکہ صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہوں۔ اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ آپ سب مؤمنین ہیں اور میں آپ کا امیر۔ اس طرح وہ امیر المؤمنین کہلائے ۔ اور یہ لقب اتنا پسند کیا گیا کہ ان کے بعد سارے ہی خلفاء اسی لقب سے ملقب ہوئے بلکہ یہ لفظ شخصی لقب کی بجائے منصب خلافت پر متمکن ہونے والے کا عہدہ بتانے کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ مسئلہ خلافت اسلامی نقطۂ نظر سے بہت ہی اہم ہے۔ کتاب وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافتِ اسلامیہ کا قیام واجب ہے۔ چنانچہ امام ابوالحسن الماوردی لکھتے ہیں کہ: **وعقد الامامة لمن یقوم بها فی الامّة واجب بالاجماع** ''خلافت کی سربراہی کے لئے اس شخص کا تقرر جو یہ فرض انجام دے سکتا ہو بالاجماع واجب ہے۔'' (الاحکام السلطانیہ ص ۵)

علامہ ابنِ حزم لکھتے ہیں: **ولا یجوز التردّد بعد موت الا مام فی اختیار الامام اکثر من ثلاث** ''خلیفہ کی موت کے بعد دوسرے خلیفہ کے انتخاب میں تین دن سے زیادہ تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔'' (المحلّی ج ۱ ص ۴۵)

علاّمہ ابوشکور سالمی لکھتے ہیں: **اَنّ الخلافة ثابتة والامارة قائمة مشروعة واجبة علی الناس ان یرون علیٰ انفسم اماماً بدلیل الکتٰب والسنّة ولاجماع** ''بے شک خلافت وامارت مشروع اور ثابت ہے اور لوگوں پر واجب ہے۔ کہ وہ اپنے اوپر ایک خلیفہ وامام کو (خلافت کرتا ہو) دیکھیں۔ اس کی دلیل قرآن، حدیث اور اجماع اُمت ہے۔'' (التمہید فی بیان التوحید ص ۱۷۲)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: **انّ ولایة امر النّاس من اعظم واجبات الدّین بل لاّ قیام للّدین الاّ بها**: '' خلافتِ اسلامیہ کا قیام دین کے سب سے بڑے واجبات میں سے ہے بلکہ اس کے بغیر دین قائم ہی نہیں ہوسکتا۔'' (السیاسۃ الشرعیہ ص ۱۴۱ طبع مصر)

بہرحال خلافتِ اسلامیہ کا یہ انتہائی اہم ادارہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت ربیع الاوّل ۱۱ ھ سے شروع ہو کر عبدالمجید ثانی ترکی ۱۳۴۲ ھ اور ۱۹۲۴ء تک تقریباً ۱۳۳۱ سال قائم رہا۔ جسے ترکی قائد اتاترک مصطفیٰ کمال پاشا نے ختم کر دیا۔ یہ بات صحیح ہے کہ اس ادارہ کو ہر زمانہ میں یکساں مقام ومرتبہ حاصل نہیں رہا۔ اسے قوت وضعف کے دور سے بھی گزرنا پڑا اسے صالح اور غیر صالح افراد سے بھی واسطہ پڑا لیکن اس کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس ادارہ کو ہر دور میں ملتِ اسلامیہ کے مرکز اور اتحادِ اسلامی کے لئے نشان کی حیثیت حاصل رہی۔

(جاری ہے)

ابومعاویہ رحمانی (رحیم یار خان)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا
بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اُم المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے علاوہ نرینہ اولاد کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بنات طاہرات تھیں۔سیدہ زینب،سیدہ رقیہ،سیدہ ام کلثوم،سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔سیدہ زینب اپنی بہنوں میں سے بڑی تھیں۔یہ ابوالعاص بن الربیع کے عقد نکاح میں تھیں۔ابوالعاص کی والدہ محترمہ کا نام ھالہ بنت خویلد تھا جو رشتہ کے اعتبار سے سیدہ زینب کی خالہ تھیں۔ابوالعاص کے نام کے متعلق مختلف روایات ہیں جن میں ان کے یہ نام بھی مذکور ہیں۔لقیط مہشم، مقسم، ہاشم۔ابوالعاص کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ابوالعاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس بن عبدمناف۔عبدمناف میں دونوں زوجین کا نسب متحد ہوجاتا ہے کیونکہ سیدہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔بنوعبدالشمس اور بنواُمیہ کے بنوہاشم کے ساتھ ازدواجی رشتے تاریخ کی اس موضوع روایت کی تکذیب کرتے ہیں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ عبدشمس اور ہاشم کی ولادت ایک بطن سے ہوئی اور ولادت کے وقت ان کے جسم ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور تلوار کے ذریعے ان جسموں کو ایک دوسرے سے جدا کیا گیا۔اسی بنا پر ان دوخاندانوں کے درمیان ہمیشہ خون کی لکیر رہی ہے۔

شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، واقعہ صفین اور حادثہ کربلا اسی سرخ لکیر کے نتائج ہیں جب فاران کی چوٹیوں سے نورنبوت کا طلوع ہوا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک،کفر اور جہالت کی ظلمات کو نوراسلام سے تبدیل کرنے کے لیے تبلیغ رسالت کا فریضہ سرانجام دینا شروع کیا تو سوائے چند سعید نفوس کے' مکہ کا تمام ماحول آپ کے خلاف ہوگیا اور آپ کی ایذارسانی کا ہر طریقہ استعمال کیا گیا۔اس وقت سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم ابولہب کے بیٹوں کے نکاح میں تھیں، ابھی رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ ابولہب نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور ان کو کہا جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیوں کو طلاق نہیں دوگے۔اس وقت تک میرا اٹھنا بیٹھنا تمہارے ساتھ حرام ہے'باپ کی اس دھمکی پر ان دونوں نے آپ کی بنات طاہرات کو طلاق دے دی۔

قریش نے ابوالعاص پر بھی ترغیب اور ترہیب کے دونوں طریقے استعمال کئے لیکن یہ ثابت قدم رہے۔کفار کی ان ایذارسانیوں کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر اس کے بعد مدینہ کی طرف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آگئے۔۲ھ میں غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا۔اس غزوہ کو قرآن مجید میں ''یوم

الفرقان‘‘ سے تعبیر کیا گیا ہے۔اس غزوہ میں کفر سرنگوں ہوا۔صنادید کفار میں سے ستر مقتول ہوئے اوراسی تعداد کے برابر قید ہوئے۔ان ہی قیدیوں میں ابوالعاص بن الربیع بھی شامل تھے۔ان کو ایک انصاری عبداللہ بن جبیر نے گرفتار کرلیا۔کفار مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زرفدیہ بھیجا۔سیدہ زینب نے بھی اپنے شوہر کی رہائی کے لیےان کے بھائی عمر بن الربیع کے ہاتھ فدیہ کے لیے عقیق کا وہ ہار بھیجا جو کہ ان کی والدہ سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا ورضوانہ نے ان کو دیا تھا۔ جوں ہی وہ ہار آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔آپ آبدیدہ ہوگئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوکر فرمایا۔اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینب کو واپس کردو۔ یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ابوالعاص کا فدیہ یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر زینب کو مدینہ بھیج دے۔تمام صحابہ نے آپ کے اس مشورہ کو برضائے قلب وخوشی قبول کرلیا اور ابوالعاص نے بھی یہ شرط قبول کرلی۔سیدہ زینب کے مکہ سے لانے کی یہ صورت بنائی گئی کہ حضرت زید بن حارثہ مکہ سے باہر بطن ’’یَأ جج‘‘ کے مقام پر ٹھہریں‘ بی بی زینب کو ان تک پہنچا دیا جائے گا وہ ان کو مدینہ منورہ میں لے آئیں گے۔وعدہ کے مطابق ابوالعاص نے سیدہ زینب کو اپنے بھائی کنانہ بن الربیع کے ہمراہ روانہ کیا۔جب قریش کو یہ بات معلوم ہوئی تو ان کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور سیدہ کا تعاقب کیا۔

ہبار بن اسود نے اونٹ کو نیزہ مارا۔اونٹ کے بدکنے کے باعث آپ گر گئیں اور آپ کا جسم اطہر ایک پتھر پر جا کر لگا۔آپ اس وقت چونکہ حالت حمل میں تھیں اس چوٹ سے حمل ساقط ہوگیا۔اس پر کنانہ غضب ناک ہوگئے۔ترکش سے تیر نکالا اور بولا اب اگر تم میں سے کوئی قریب آیا تو میں اپنے تیروں سے اس کا وجود چھلنی کردوں گا۔اس پر کفار رک گئے۔اتنے میں ابوسفیان آگے بڑھا اور کنانہ کو کہا بھتیجے! اپنے تیر روک لو‘ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔کنانہ نے کہا کہو کیا کہنا چاہتے ہو‘ ابوسفیان نے کنانہ کے کان میں کہا تم کو معلوم ہے کہ محمد ﷺ کے ہاتھوں ہم نے کس قدر ذلت آمیز شکست اٹھائی ہے۔اگر تم اُن کی بیٹی کو اس طرح علانیہ لے جاؤ گے تو اس میں ہماری بڑی بے عزتی ہوگی۔بہتر یہ ہے کہ اس وقت زینب کو مکہ واپس لے جاؤ۔پھر کسی وقت پوشیدہ طور پر رات کو لے جانا۔کنانہ نے یہ تجویز مان لی اور اس وقت وہ بی بی زینب کو لے کر مکہ واپس آگئے اور پھر پوشیدہ طور پر رات کو انہوں نے سیدہ زینب کو زید بن حارثہ کے پاس پہنچا دیا اور وہ ان کو لے کر مدینہ منورہ آگئے۔سیدہ زینب کے جانے کے بعد پھر قریش کا ایک وفد ابوالعاص کے پاس آیا اور ان کو کہا تم زینب کو طلاق دے دو اور قریش کی جس عورت کو بھی پسند کرو گے‘ ہم اس کے ساتھ تمہاری شادی کردیں گے۔ابوالعاص نے جواب دیا: میں زینب کو ہرگز طلاق نہیں دوں گا۔قریش کی کوئی عورت اُس کے برابر نہیں ہوسکتی۔ابوالعاص کے اس جواب سے قریش اپنی مطلب براری سے مایوس ہوگئے۔ابوالعاص کو سیدہ زینب سے حد سے زیادہ محبت تھی۔ان کے مدینہ آنے کے باعث ابوالعاص ہمیشہ مضطرب اور بے چین رہنے لگے۔ایک دفعہ وہ شام کی جانب جارہے تھے اور سیدہ زینب کو یاد کرکے پرسوز لہجہ میں یہ شعر پڑھ رہے تھے۔جب میں ارم کے مقام سے گزرا تو زینب کو یاد کیا اور کہا کہ خدا اس شخص کو شاداب رکھے

جوحرم میں مقیم ہے۔امین کی بیٹی کوخدا جزائے خیر دے اور ہر خاوند اسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے ۔سیدہ زینب کی اولاد میں اس وقت ایک بچی تھی، جس کا نام اُمامہ تھا اور ایک بچہ جس کا نام علی تھا۔ یہ دونوں بچے اپنے نانا محمد عربی ﷺ کی آغوش تربیت میں آگئے اور آپ ﷺ کو اپنے یہ دونوں نواسے بے حد محبوب تھے ۔ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کہیں سے ہدیۃً ایک ہار آیا۔ آپ نے فرمایا میں یہ ہار اس کو دوں گا جو میرے اہل میں سے مجھے سب سے بڑھ کر محبوب ہے ۔اس وقت چھوٹی امامہ گھر کے ایک کونے میں مٹی سے کھیل رہی تھی ۔آپ اٹھے اور اپنی اس محبوب نواسی کے گلے میں یہ ہار ڈال دیا۔حدیث کی امہات الکتب صحاح ستہ میں شیخین کی راویت میں ہے کہ ایک دن آپ مسجد میں اس حالت میں تشریف لائے کہ امامہ دوش مبارک پر سوار تھیں ۔آپ نے اسی حالت میں نماز پڑھانی شروع کردی ۔جب رکوع اور سجدے میں جاتے تو ننھی امامہ کو آہستہ سے اتار دیتے جب کھڑے ہوتے تو پھر دوش مبارک پر بٹھا لیتے ۔اسی طرح پوری نماز ادا کی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا اور حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے حبالۂ نکاح میں آئیں اور ان کی زندگی میں فوت ہوئیں اور بی بی زینب کے فرزند سیدنا علی بن ابی العاص جو کہ آپ ﷺ کے سب سے بڑے نواسے تھے۔ آپ کو بے حد محبوب تھے ۔اس بچہ کی تربیت آپ نے خود ہی فرمائی ۔الاستیعاب کی راویت کے مطابق فتح مکہ کے موقع پر یہی سبطِ رسول ﷺ کی اونٹنی پر آپ کے ردیف تھے ۔اس وقت ان کی عمر چودہ پندرہ برس کی تھی ۔الاستیعاب کی اس روایت کے اعتبار سے سیدنا علی بن ابی العاص کو اپنے مکرم نانا ﷺ کے ساتھ مصاحبۃ جہاد کا شرف بھی حاصل ہے جو کہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے۔

۶ ھ میں ابوالعاص ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ مقام عیص پر مجاہدین اسلام نے اس پر چھاپہ مارا اور تمام مال پر قبضہ کرلیا۔ابوالعاص نے بھاگ کر مدینہ میں آکر سیدہ زینب سے امان طلب کی ۔انہوں نے ان کو اپنی امان میں لے لیا۔صبح کے وقت جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو سیدہ زینب نے با آواز بلند کہا **انی قد اجرت ابا العاص بن الربیع** یعنی میں نے ابوالعاص بن الربیع کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگو! تم نے کچھ سنا سب نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم! اس سے پہلے مجھے بھی اس واقعہ کی اطلاع نہیں تھی ۔ پناہ دینے کا حق تو ہر ادنیٰ مسلمان کو بھی حاصل ہے ۔اس کے بعد جب نبی کریم ﷺ گھر تشریف لائے تو سیدہ زینب نے سفارش کی کہ ابوالعاص کو مال بھی واپس کردیا جائے چونکہ کا برتاؤ سیدہ زینب سے انتہائی مشفقانہ رہا تھا۔اس لیے آپ ﷺ اس کا لحاظ کرتے تھے۔آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم میرے اور ابوالعاص کے رشتہ سے واقف ہو اگر تم اس کا مال واپس کردو گے تو احسان ہوگا اور میری خوشی کا باعث ہوگا۔اگر نہ کروگے تو یہ خدا کا عطیہ اور تمہارا حق ہے مجھ کو اس

پر کوئی اعتراض نہیں اور نہ ہی اصرار ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تو منتہائے مقصود ہی نبی کریم ﷺ کی رضا تھی۔انہوں نے بلا تامل تمام مال متاع ابوالعاص کو واپس کر دیا۔ابوالعاص یہ تمام مال ومتاع لے کر مکہ آئے اور ہر شخص کو اس کا مال اس کے سپرد کر دیا اور ابوالعاص چونکہ امانت دار تھے۔لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں بھی رکھتے تھے۔وہ امانتیں بھی ان کے مالکوں کے حوالہ کیں۔پھر لوگوں سے مخاطب ہوئے کہ اب میرے ذمہ کسی کا مال اور امانت تو نہیں لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں۔اس پر آپ نے فرمایا تو سن لو میں مسلمان ہوتا ہوں۔خدا کی قسم! مدینہ میں اسلام قبول کرنے سے مجھے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم مجھے خائن نہ سمجھو۔یہ کہہ کر پھر کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کے بعد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔مدینہ پہنچ کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے کلمۂ شہادت اور آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کا اقرار کیا۔چونکہ ابوالعاص کا سابقہ رویہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ انتہائی مشفقانہ اور شریفانہ تھا۔اس لیے ان کے قبول اسلام کے بعد نبی کریم ﷺ نے سیدہ زینب کا دوبارہ نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ ایک خطبہ میں ابوالعاص کی وفا شعاری اور اس کے رویہ کا تذکرہ کیا تھا۔واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غوراء بنت ابی جہل کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سخت رنجیدہ ہوئیں اور یہ شکایت لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔آپ ﷺ کو اس خبر سے سخت تکلیف ہوئی اور پھر مسجد میں تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

اما بعد!فأنی انکحت اباالعاص بن الربیع فحدثنی وصدقنی وان فاطمة بضعة منی وانی اکره ان یسؤها واللّٰه لایجتمع بنت رسول اللّٰه و بنت عدو اللّٰه عند رجل واحد فترک علی الخطبة

(بخاری۔جلد ا،صفحہ ۵۲۸)

ترجمہ:''میں نے ابوالعاص بن الربیع سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا تھا۔میرے ساتھ انہوں نے جو بات کہی سچی کہی اور فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔میں اس بات کو گوارہ نہیں کرتا کہ اس کو تکلیف پہنچے۔اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں۔''

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا ارادہ ترک کر دیا۔ایک دوسری روایت میں ابوالعاص کے متعلق ان الفاظ کا بھی اضافہ ہے۔اس نے جو بات کی سچی کی اور جو وعدہ کیا' پورا کیا۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اس اسقاط حمل سے پیدا شدہ تکلیف میں ہمیشہ مبتلا رہیں اور اسی تکلیف سے ۸ھ میں وفات ہوئی۔سیدہ ام ایمن،سیدہ سودہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہن نے آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق غسل دیا اور آپ ﷺ نے کفن کے لیے اپنی چادر عنایت فرمائی کہ میری یہ چادر باقی کفن کے اندر رہو۔آپ ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی۔حضرت ابوالعاص اور حضور ﷺ نے خود مل کر ان کے جسد کو قبر میں اتارا۔آپ ﷺ کی آنکھیں اشک بار تھیں اور آپ نے فرمایا زینب میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی تھی۔

ایم حمید اللہ جمیل (ایڈووکیٹ)

قربِ الٰہی

انسان کی انسان سے قرابت داری کی حقیقت کیا ہے؟ بلا شبہ یہ عارضی اور محدود سی وابستگی اور تعلق کے سوا کچھ نہیں۔ اس قربت کے نتیجے میں ایک انسان دوسرے سے کیا منفعت حاصل کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اسے جو بھی منفعت حاصل ہوگی قطعی عارضی اور محدود نوعیت کی ہوگی۔ اس جہانِ فانی میں ہم جو بھی وسائل و اسباب اور دولت و ثروت کے ڈھیر جمع کرتے ہیں وہ غیر دائمی اور مٹ جانے والے ہیں اور جنت کی دائمی آسائشوں اور تصوّر سے بھی بڑھ کر خوش نما باغات کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں۔

قرآنِ مجید میں پرودگارِ عالم کہتا ہے: ''اور اے نبی ﷺ! انہیں حیاتِ دنیا کی حقیقت اسی مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسا دیا تو زمین کی پود خوب گھنی ہوگئی اور کل وہی نباتات بھُس بن کر رہ گئی جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں۔'' (الکھف۔45)

''کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو۔ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابل بہت ہی کم ہیں۔'' (التوبہ۔38)

''اور جو چیز تم کو دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے کیا تم سمجھتے نہیں؟'' (القصص۔60)

''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے۔ کاش یہ (لوگ) سمجھتے۔ (العنکبوت۔64)

موت اور دنیا کی بے ثباتی ایک کھلی اور واشگاف حقیقت ہے۔ اس بنا پر دنیا سے جی لگانا اور اس کی کھوکھلی اور عارضی رونقوں اور رنگینیوں میں کھو جانا عقل و دانش کے منافی اور سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کو بلا تامل تسلیم کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہمیشہ کے لئے نافع، حقیقی اور دائمی قربت محض اللہ پرورد گارِ عالم کی قربت ہے جو کائنات کا خالق و مالک اور احکم الحاکمین ہے۔ جو منعم حقیقی ہے اور جس کی عطاؤں اور نوازشات کا شمار ناممکن ہے۔ اس سے تعلق استوار ہو جائے اور اس کی قربت نصیب ہو جائے تو کسی اور شے کی کیا طلب؟ اس وحدہٗ لاشریک کو پا لینے کے بعد کسی اور تمنا کا کیا جواز؟ کاسۂ گدائی ہاتھ میں لئے اسی کے در کا فقیر بننے کے بعد در در ایڑیاں رگڑنے کی کیا ضرورت؟ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

وہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

قربِ الٰہی کا حصول کیسے ممکن ہے؟ یہ وہ سوال ہے جس کے جواب کے لیے ہر صاحبِ ایمان بے تابی سے متلاشی رہتا اور اس معاملہ کو سب سے مقدم جانتا ہے۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ کسی کی قربت کی خواہش اسی صورت میں ممکن ہے جب اس سے محبت ہو اور محبت کا بنیادی اصول اور اوّلین شرط یہ ہے کہ محبوب کی خوشی ناراضی اور پسند و ناپسند کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ پروردگارِ عالم سے محبت کا دعویٰ وہی شخص کرسکتا ہے جو اس کی رضا و خوشنودی کو مقدم جانتا اور اسی کو معبود و مسجود مانتا ہو۔ ایک حقیقی صاحبِ ایمان شرک ایسے کبیرہ گناہ کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔

قرآن مجید میں ہے: ''اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ لے جاپٹکا''۔ (الحج۔31)

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اس سے ملاقات کا شرف پانے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ نماز کیا ہے؟ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر ایمان و یقین کا عملی اظہار ہے۔ نماز کے دوران قیام، رکوع اور سجدہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عجز و انکساری کا اظہار کرکے روح و قلب کی گہرائیوں سے اس کو اپنا معبود و مسجود مان کر اسی کی مدد اور استعانت طلب کی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''اور سجدہ کرو اور خدا کا قرب حاصل کرتے رہو''۔ (علق۔19)۔ ''جو لوگ تمہارے پروردگار کے قریب ہیں وہ اس کی عبادت سے گردن کشی نہیں کرتے اور اس پاک ذات کو یاد کرتے اور اس کے آگے سجدے کرتے رہتے ہیں''۔ (الاعراف۔206)

اللہ کا قرب اس کے احکام کی تعمیل و اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے: ''اور (اے نبی) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں''۔ (البقرہ۔186)

اللہ کا قرب صاحبِ تقویٰ اور پرہیزگار شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''اللہ کے نزدیک تم سب میں معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے''۔ (الحجرات۔13)

ایک حدیث مبارکہ کے مطابق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''جو اللہ تعالیٰ کو دل میں یاد کرتا ہے، اللہ اسے فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف چل کر آتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔''

قارئین! قُربِ الٰہی سے قیمتی کوئی شے نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ لاریب عالی شان جنت کی لازوال آسائشیں اور نعمتیں اللہ تعالیٰ کے مقربین ہی کی منتظر ہیں۔ راحت و فرحت کا یہ ان مٹ سامان انہی کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ تو پھر آیئے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کمر کس لیں اور دنیا کے اس عارضی سلسلۂ لیل و نہار کو اسی عظیم مقصد کے لئے وقف کردیں۔

سید یونس الحسنی

عذر گناہ بدتر از گناہ

جنرل پرویز مشرف جب سے اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان ہوئے ہیں، کئی اپنوں اور بہت سے غیروں نے لاتعداد نامانوس راگنیاں چھیڑ رکھی ہیں جو پاکستان کی اساس، سلامتی و استحکام اور بقا کے مختلف النوع تقاضوں سے قطعاً میل نہیں رکھتیں۔ اتر سوں بھارتی نائب وزیر اعظم ایل کے ایڈوانی نے نہایت ڈھٹائی کے ساتھ ایک زہر آلود تجویز پیش کی کہ:

''پاکستان اور بھارت علیحدہ علیحدہ ملک بننے کے باوجود ان کے مسائل حل نہیں ہو سکے۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ یہ دونوں ممالک اپنی خود مختاری کے اندر رہ کر کنفیڈریشن بنالیں۔''

ورلڈ بلائنڈ کرکٹ کونسل کے چیئرمین گزشتہ دنوں پاکستان آئے ہوئے تھے۔ اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے، انہوں نے بھی ایسی ہی بڑ ہانکی کہ ''سپر پاور بننے کے لیے پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش کو آئندہ دس سالوں میں ایک فیڈریشن بن جانا چاہیے۔'' اسی طرح چند ماہ پیشتر امریکن تھنک ٹینک کے پینٹا گان سے جاری کردہ بیانات بھی کڑوے کسیلے اور شدید تشویشناک مواد سے لبریز تھے جن میں کہا گیا تھا کہ 2015ء تک کئی زبانیں اور ریاستیں اپنا وجود کھو کر ایک دوسرے میں ضم ہو جائیں گی۔ نیز برصغیر کا جغرافیہ ایک بار پھر بدل سکتا ہے۔ خصوصاً پاکستان ناکام ریاست ثابت ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب ہمارے اپنے وزیر اعظم جمالی نے بھی ایسی ہی بات کہی ہے جو ہر محبِّ وطن کے دل میں ترازو ہو گئی ہے اور اہل وطن کے رنج و غم میں اضافہ ہو گیا ہے، وہ بجا طور پر سوچنے لگے ہیں بقول کسے:

چوں کفر از کعبہ برخیزد
کجا ماند مسلمانی

جناب جمالی نے ایک بھارتی میگزین کو انٹرویو دیتے ہوئے نظریہ پاکستان کا کریا کرم کرنے کی نامسعود سعی کی اور یہاں تک کہہ ڈالا کہ:

''دو قومی نظریہ پچاس سال پہلے کی بات ہے۔ اب ایک قومی نظریہ بن چکا ہے۔ قیام امن اور باہمی تنازعات کے حل کے لیے دو ملکوں کو اپنے موقف کی قربانی دینا ہوگی۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت، اسلام'' یکم مارچ 2004ء)

سرکاری سطح پر جتنے وفود بھارت یاترا کرتے ہیں۔ دہلی یا دیگر شہروں میں جا کر وہ ایسی ہی زبان استعمال کرتے

ہیں کہ ''پاکستان بھارت ایک ہی وجود کے دو حصے ہیں۔ ہماری تہذیب وثقافت ایک ہے اور شناخت بھی۔'' وطن واپس لوٹتے ہی انہیں حب الوطنی کا دورہ پڑنے لگتا ہے کہ لوگ تکہ بوٹی نہ کر ڈالیں۔ عالمی پنجابی کانفرنس کے نام پر کھڑاگ کرنے والے چھچھوندر نما دانشور بھی ایسے ہی اناپ شناپ راگ الاپتے نظر آتے ہیں اور حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تحریک پاکستان کا اساسی نکتہ کیا تھا؟ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا نعرۂ رستہ خیز کیوں بلند کیا گیا، بٹوارے پر خون کی لکیر کیوں کھینچی گئی، اس دھرتی کی عفت مآب بیٹیوں کی عصمتوں کے آبگینے کیوں توڑے گئے، ان کے جسموں کے اعضاء کو گاجر مولی کیوں سمجھا گیا، معصوم بچوں کو نیزوں پر کیوں اچھالا گیا، اس سرزمین پر جنم لینے والے جوانوں اور بوڑھوں کو چارے کی طرح کیوں کاٹا گیا؟ جمالی اور ایڈوانی جواب دیں جو اپنے مجاہدوں کا خون فراموش کر دے، اسے اردو اور تمام ہندو بھاشاؤں میں کیا نام دیا جاتا ہے؟ ہم اپنے دلاوروں اور وفاداروں کے بے گور و کفن لاشے بھول جائیں اور کنچنیوں کی طرح بے شرم بن کر واجپائی، ایڈوانی اور اکال تخت کے پانچ پیاروں کی باہوں میں باہیں ڈال کر بھنگڑا الڈی ڈالیں، رنگوں کی ہولی کھیلیں، یہ بش، بلیئر اور گاندھی کے لے پالکوں کو مبارک ہو ہم فقیر تو اس بوجھ کے متحمل ہی نہیں۔ عوامی ردِّعمل اور گرفت کے خوف سے وزیر اعظم سیکرٹریٹ کے ترجمان نے اخبارات کو فرمودہ جمالی کی وضاحت جاری کی ہے جو ''عذرِ گناہ بدتر از گناہ'' کے مترادف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

> ''وزیر اعظم نے بھارتی ہفت روزہ فرنٹ لائن کو انٹرویو میں ایک قومی نظریہ پاکستان کے بطور ایک قوم کے تناظر میں پیش کیا تھا۔ انہوں نے تحریک پاکستان کے دوقومی نظریہ کے تناظر میں بات نہیں کی تھی۔''

غور فرمائیے! کس قدر ابہام آلودہ تردیدی بیان ہے۔ لگتا ہے دوقومی نظریہ سے پسپائی افغان اور کشمیر پالیسی سے یوٹرن کے سلسلۂ فاجعہ ہی کی ایک کڑی ہے۔ ایک دبنگ مسلم لیگی سپوت سے وجہ وجود پاکستان میں شاخ نکالنے کی ہرگز توقع نہیں تھی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جمالی صاحب نے اچن چیت جو ولندیزی لقمے چلانے شروع کر دیئے ہیں اس کا خاص پس منظر ہے۔ بالفاظِ دیگر وہ جنرل پرویز کی پیروی میں حد سے گزر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اساس پاکستان کو یک قومی نظریہ قرار دینے کا قاعدہ نکالنے سے بھی نہیں ہچکچائے۔

یادش بخیر! 1938ء کے اوائل میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ ''اہل مغرب کے نزدیک آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں'' تو حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے اپنی غیرت دینی کے پیش نظر سخت گرفت کی اور ایک طرار نظم بھی کہہ ڈالی۔ حالانکہ حضرت مدنیؒ نے مغربی فلسفۂ سیاست کی بات کی تھی، تبلیغ نہیں جسے علامہ مرحوم تک غلط انداز میں پہنچایا گیا۔ حقیقت حال جاننے پر انہوں نے حضرت مدنی سے معذرت کر کے وہ اشعار بھی قلم زن کر دیئے تھے مگر اس وقت کی مسلم لیگی قیادت نے حضرت مدنیؒ کے خلاف ایک طوفان

بدتمیزی اٹھالیا تھا۔آج اسی مسلم لیگ کا مقتدر لیڈر اس سرزمین پر رہنے والے ہندو، سکھ، عیسائی، مرزائی، بہائی اور دیگر اقلیتوں کو بشمول مسلمان ایک ہی قوم قرار دے رہا ہے۔تعجب ہے (ق) لیگ کا کوئی چھوٹا بڑا اس پر سانس ڈکار نہیں لے رہا۔شاید انہوں نے اب یہی پالیسی ترتیب دی ہے۔ بڑے ستم کی بات ہے کہ موجودہ لیگی قیادت بش کے خود کاشتہ پودے کی سرپرستی میں کھائی خندق برابر کئے جارہی ہے جو اس امرکی عکاس ہے کہ یہ پینٹا گان کی تراشیدہ پالیسیوں پر بہ صمیم قلب صاد کرتے ہوئے امریکن تھنک ٹینک کے دیئے ہوئے اشارات کو عملی شکل دینے میں ہر طرح ممد ومعاون ہے۔ یہ کوئی نیک شگون نہیں کہ ہماری عسکری وسول حزب اقتدار ایٹمی پاکستان کے معماروں پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد بنیاد پاکستان یعنی دوقومی نظریے کو نصف صدی پرانا کہہ کر بے توقیر کررہی ہے۔لوگوں کی بے حسی اور پیٹ پرستی بھی تمام حدود سے متجاوز ہوچکی ہے جسے ہتھیار بنا کر حکمران وطن عزیز کو ہر اعتبار سے خطرات کے اندھے غاروں میں دھکیلے جارہے ہیں۔محسوس ہوتا ہے وہ اس کی تاریخ جغرافیہ اور شہریت سب کچھ بدل دینا چاہتے ہیں۔خون شہیدانِ وطن پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

اس سے پہلے کہ کوئی قہر کا طوفاں ٹوٹے
تم سنبھل جاؤ تو بہتر ہے مرے ہم وطنو

☆☆☆

(بقیہ از صفحہ 29)

مسلمان امن کا پیامبر ہے، لیکن جب ایمان اور اسلام پر کڑا وقت آجائے تو پھر اس کے ہاتھوں میں امن کی قراردادیں نہیں شمشیر وسناں ہوتی ہیں کہ غیرت کی موت میں ہی حیاتِ جاودانی کا راز مضمر ہے۔جس کا عملی نمونہ چیچنیا، افغانستان اور اب عراق کے غیور مجاہد پیش کررہے ہیں۔اور دوسری طرف دین کے دشمنوں کی قید میں گوانتاناموبے میں اسلام کے قابل فخر فرزند اور عزیمتوں کے نشانِ عظیم اپنوں ہی کی بے وفائیوں کے شکار، ہماری بے حسی اور طوطا چشمی پر خون کے آنسو رورہے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ تمام خطرات وعواقب سے بے نیاز کیا حکمران اور کیا عوام، بسنت کے مزے اُڑا رہے ہیں۔ ہمارے دل ہی احساس سے عاری نہیں ہوئے بلکہ ہماری روحیں بھی تمام دینی وانسانی جذبات کے بانجھ پن کی نذ ہوچکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فصل گل مہکنے کو ہے لیکن مجاہدین اسلام کی زخموں سے چور روحیں، بہاروں سے دور، اپنوں کی مہربانیوں سے پت جھڑ کے عذابوں سے گزر رہی ہیں۔

محمد عمر فاروق

پت جھڑ کا عذاب

بہاروں کا قافلہ صحنِ گلشن میں اُترنے کو ہے، لیکن دلوں پر طاری خزاں کے جانے کے آثار دکھائی ہی نہیں دے رہے۔ زمینی موسموں کی تبدیلی آیا ہی چاہتی ہے اور فصلِ گل کے مہکنے میں اب زیادہ وقت باقی نہیں ہے مگر زخموں سے چور روحیں ان بہاروں کی رُتوں سے کہیں دور اپنوں کی مہربانیوں سے پت جھڑ کے عذابوں سے گزر رہی ہیں۔

کل افغانستان کی غارت گری میں ہم غیروں کے دست و بازو بنے اور دیکھتی آنکھوں غیرت مند مسلمانوں کا ہنستا بستا یہ شاداب خطہ ویرانے میں تبدیل ہو گیا اور خونخوار درندے ابھی عراق کی تکہ بوٹی سے فارغ نہیں ہوئے کہ ان کی نگاہیں اب اس خطۂ پاک پر گڑنے لگی ہیں لیکن ہمارے اربابِ اختیار یہ سب کچھ جانتے، بوجھتے اور سمجھتے ہوئے بھی روشن خیالی، اعتدال پسندی، حالات کا تقاضا اور وقت کی ضرورت جیسی خوشنما اصطلاحوں کا سہارا لے کر قوم و ملک کو تیزی سے جس سمت لے جا رہے ہیں، وہ یقیناً تباہی و بربادی کا راستہ ہے۔ یہ غیروں کی ذہنی غلامی کا ہی نتیجہ ہے کہ پاکستان کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنا دینے والے سائنسدانوں کو حد درجہ بے توقیر کر دینے کے بعد ان کو دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا ہے۔ معاف کر دینے کے نشے میں مدہوش شاہانِ وقت کو کیا معلوم کہ ناکردہ گناہوں پر معافی مانگنے والوں کے دل و دماغ کن عذاب لمحوں سے گزرتے ہیں۔ اپنے اعمال کے لاکھ جواز پیش کئے جائیں، مگر دفاعِ وطن کو ناقابل یقین حد تک محفوظ بنا دینے والوں کی کردار کشی کا مطلب ایٹمی ہتھیاروں سے بتدریج دستبرداری کے سوا کچھ نہیں ہے۔ حقائق، حکومتی جبر کے ذریعے وقتی طور پر چھپائے جا سکتے ہیں، مستقلاً نہیں۔ یاد رکھیے! قوم کو اعتماد میں لیے بغیر کئے جانے والے فیصلے ہمیشہ ناقابل تلافی نقصان کا پیش خیمہ ہوا کرتے ہیں۔

آخر ایٹمی ہتھیاروں کے مسئلہ پر اس قدر شرمناک پسپائی کی کیا فوری ضرورت پیش آ گئی تھی کہ فوراً گھٹنے ٹیک دیئے گئے۔ کل تک ہمارا دعویٰ ناقابل تسخیر قوم ہونے کا تھا جس کی بنیاد ہمارا ایٹمی قوت ہونا تھا، لیکن اس محاذ سے قدم پیچھے ہٹا لینے کے بعد امریکی مطالبات کو بتدریج اور بلا چون و چرا مانے جانے کا نتیجہ کیا ہو گا؟ اس کے تصور سے ہی دل بیٹھنے لگتا ہے۔ مادی قوت کے لحاظ سے بلا مبالغہ خالی ہاتھوں والے عراقیوں نے سپر پاور امریکہ کو تقریباً سال بھر سے تگنی کا ناچ نچا رکھا ہے تو ہم جو بفضلِ تعالیٰ ایٹمی قوت کے مالک ہیں، کیا امریکہ کے لیے ہم بآسانی نوالۂ تر بن جائیں گے؟ ہرگز نہیں! یہ

بات تو امریکہ بھی بخوبی جانتا ہے کہ وہ پاکستان کی ایٹمی قوت کو ختم کئے بغیر پاکستان کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا، لیکن پاکستانی قیادت جس سرعت سے امریکی سامراج کے آگے بچھی جارہی ہے اور اس کے ہر ناجائز مطالبے پر اپنا سرِ تسلیم خم کرتی جارہی ہے۔اس کا لامحالہ انجام بالآخر ایٹمی قوت سے محرومی ہے جو امریکہ کی دلی خواہش اور اس کا مقصدِ اوّلین ہے۔

عالم کفر پر یہ حقیقت عیاں ہے کہ تمام عالم اسلام میں پاکستان ہی واحد ایٹمی پاور ہے اور جسے راستے سے ہٹائے بغیر دنیا پر کفر کے غلبے کا خواب تعبیر نہیں پا سکتا۔امریکہ، برطانیہ، اسرائیل اور ان کے گماشتوں کی پیدا کردہ خوف و ہراس کی اس فضا میں اور فی الحقیقت ان نازک گھڑیوں میں اگر ہمارے حواس مختل نہ ہوں، ہمارے اعصاب پر لرزہ طاری نہ ہو، ہماری عقل و دانش آزادانہ فیصلے کرنے میں آزاد ہو اور ان سب سے بڑھ کر ہمارے دل و دماغ غیر اللہ کے خوف سے بے نیاز ہو جائیں تو پھر کون ہے جو ہمیں اپنے قدموں تلے روندنے، ڈیزی کٹر بموں، بی 52 طیاروں اور گائیڈڈ میزائلوں کے ذریعے نابود کرنے کی جسارت کر سکتا ہے! یہ جذباتی دعوے اور دیومالائی قصے کہانیاں نہیں ہیں بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ ہم تو اس دین کے ماننے والے ہیں جس کے فرزندوں نے روم اور فارس کی سپر پاورز کو سامانِ حرب اور افرادی قوت کی ناقابل یقین حد تک کمی کے باوجود محض ایمانی قوت کے بل بوتے پر ملیا میٹ کر ڈالا تھا۔دور کیوں جایئے؟ لمحۂ موجود میں افغانستان اور عراق کے نہتے جانبازوں پر ہی نظر کیجیے کہ وقت کی سب سے بڑی فرعونی قوت اپنی تمام تر جدید ٹیکنالوجی اور مادی وسائل کے باوجود ان سرفروش مجاہدین کی مزاحمانہ کارروائیوں کا خاتمہ نہیں کر سکی۔عالمی قوتیں دانتوں تلے انگلیاں دبائے اور حیرتوں کے سمندر میں غلطاں، یہ سوچ سوچ کر اور عقل کے گھوڑے دوڑا دوڑا کر تھک چکی ہیں کہ آخر وہ کیا شے ہے کہ جو ایک مغربی لباس میں آراستہ وجدید تعلیم یافتہ اور نازک اندام فلسطینی دوشیزہ کو جسم کے ساتھ بم باندھ کر یہودیوں کے ہجوم میں گھس کر اپنے جسم کے چیتھڑے اڑا دینے کا حوصلہ بخشتی ہے اور ایک عراقی، چیچن اور افغان مجاہد کو ٹینکوں کے آگے لیٹ کر اپنے جسم کا قیمہ کرانے کی اُمنگ پیدا کرتی ہے۔ہماری مسلم قیادتوں میں اگر ایسی ہی غیرتِ ایمانی کی رمق بھی پیدا ہو جائے تو بخدا اُمتِ مسلمہ پھر نشاۃ ثانیہ سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔

کون احمق کہتا ہے کہ امریکہ پر لشکر کشی کی جائے۔بات صرف اتنی ہے کہ اپنی قوت کا احساس کیجیے، خطے میں پاکستان کی اہمیت کو مت بھولیے، اپنے خود ساختہ معبودوں کو اکھاڑ پھینکئے، مدمقابل کے سامنے قوم و ملک کا سر ہمیشہ بلند رکھیے، کیونکہ جھکنے والے سر' گردنوں پر سلامت نہیں رہا کرتے۔ایمان و ایقان ہی ایک ایسی توانائی ہے جو سر اٹھا کر چلنے کی قوت فراہم کرتی ہے اور اس قوت کے بغیر محض مادی وسائل اور جدید ترین ہتھیاروں کے سہارے پر دائمی فتح و کامرانی ایک سراب ہے جس کے پیچھے بھاگنے والے لاحاصل موت مارے جاتے ہیں۔

بقیہ صفحہ 27 پر

معافی

''اے آر وائی'' نے ڈاکٹر قدیر خان کی معافی کے موقع پر ایک دلچسپ تبصرہ کیا تھا جو کہ دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ عبرتناک بھی ہے۔ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)

جن کی انگلیوں میں ایک ایک لاکھ ڈالر کی انگوٹھیاں اور گلے میں ایک ایک لاکھ پاؤنڈ کے ہار چمکتے رہے،انہوں نے کبھی قوم سے معافی نہیں مانگی، جو اپنے لان میں 6,6 لاکھ کے کتے ،اصطبلوں میں 60,60 لاکھ کے ارجنٹائنی گھوڑے 10,10 لاکھ کے اونٹ اور 40,40 ہزار کی بھیڑیں پالتے رہے۔انہوں نے کبھی قوم سے معافی نہیں مانگی۔جن کے مرید اپنے پیروں پر ہر سال کروڑوں کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں ،جن کے ہوٹلوں کے بل کئی کروڑ سے تجاوز کر جاتے ہیں ،انہوں نے کبھی اس قوم سے معافی نہیں مانگی۔وہ لوگ جن کی زمینوں پر لاکھوں مزارعے جانوروں جیسی زندگی گزارتے ہیں،،جن کے بچے دنیا کی مہنگی ترین درسگاہوں میں زیر تعلیم ہیں ،جو ہر سال طوائفوں پر کروڑوں روپے لٹادیتے ہیں جن کے گھر پاکستان کے ہر بڑے شہر میں ہیں ،جو بسنت پر 10,10 ہزار کی پتنگیں اڑا کر اپنے اہل خانہ کے سامنے مجروں میں نشے میں دھت اور مست ہو کر ناچتے ہیں،انہوں نے کبھی معافی نہیں مانگی ۔جن کی اگلی 10 پشتیں دودھ سے نہاسکتی ہیں،سونے کے نوالے کھاسکتی ہیں اور چاندی کے بستروں پر آرام فرماسکتی ہیں جن کے الیکشن کمیشن میں جمع کرائے گئے گوشواروں میں درج جائیدادوں سے زیادہ ان کے ملازمین کی جائیدادیں ہیں،انہوں نے کبھی قوم سے معافی نہیں مانگی۔ 1985ء سے لے کر 1999ء تک اس ملک کے بینکوں اور مالیاتی اداروں نے 30 ارب روپے کے قرضے معاف کئے ،یعنی 166 ملین روپے ماہانہ......ان سیاسی حکومتوں کے دور میں کسی نے قوم سے معافی نہیں مانگی۔اس کے بعد پچھلے 4 سالوں میں 25 ارب روپے کے قرضے معاف ہوئے ،1994ء سے 2004ء تک سوشل ایکشن پروگرام کے نام پر 600 ارب روپے کھائے گئے۔آج تعلیم کے شعبے میں 92 فیصد صحت کے شعبے میں 95 اور عدالتوں میں 98 فیصد کرپشن ہے،کوئی متعلقہ وزیر یا جج ٹی وی پر آ کر قوم سے معافی نہیں مانگتا، ہر دوسرے مہینے ریلوے پھاٹکوں پر غیر ذمہ داری سے بے شمار افراد مارے جاتے ہیں لیکن کوئی وزیر ریلوے معافی نہیں مانگتا، دہشت گرد بے گناہوں کو خون میں نہلا دیں تو وزیر داخلہ فرماتے ہیں کہ کیا 11 ستمبر کے بعد صدر بش نے معافی مانگی تھی؟استعفیٰ دیا تھا؟

قوم کو افغانستان میں امریکہ کے لیے لڑی جانے والی لڑائی جہاد بتائی جاتی ہے، طالبان کو کئی سال تک مکمل سپورٹ کرنے کے بعد خون میں نہانے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے ،غلط پالیسی کے نتیجے میں ہم ہزاروں بے گناہ جانیں

گنوا بیٹھے ہیں، لیکن کوئی پالیسی میکر معافی نہیں مانگتا۔ کشمیر میں جہاد کے لیے ملک بھر کے نوجوانوں کو پکارا جاتا ہے، وہ جاتے ہیں لڑتے ہیں، شہید ہوتے ہیں پھر یہ جہاد دہشت گردی قرار پاتا ہے تو کوئی ان شہیدوں سے معافی نہیں مانگتا۔ ماضی کا کوئی پالیسی میکر، کوئی سیاست دان، کوئی مقرر ٹی وی پر اپنی غلطی کی معافی نہیں مانگتا۔ وہ بھی اسی ملک کا حکمران رہا جس کے غیر ملکی دورے کے دوران جہاز محض اس لیے 2 گھنٹے فضا میں چکر لگا تا رہا کہ صدر محترم کا نشہ اتر جائے اور جب وہ دشمن پر حملے کا حکم دینے نکلے تو نوجوانوں نے انہیں دائیں بائیں سے اٹھا رکھا تھا جنہوں نے اپنی رانی کو جنرل کا رینک بھی لگا دیا تھا۔ ملک ٹوٹ گیا اور انہیں انتقال کے بعد 21 توپوں کی سلامی کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔ انہوں نے ٹی وی پر آ کر قوم سے کسی غلطی کی معافی نہیں مانگی۔ جس نے سقوطِ ڈھاکہ کی ذلت آمیز دستاویز پر دستخط کرنے کے بعد بھارتی جنرل کو گندے لطیفے سناتے ہوئے کہا کہ میں اپنی قوم کا ہیرو ہوں' اس نے کبھی معافی نہیں مانگی۔ جنہوں نے پرائیویٹ سیکورٹی فورسز بنا کر مخالفین کو گولیوں کا نشانہ بنایا اور انہیں ایوانوں سے اٹھوا کر پھنکوا دیا، انہوں نے کبھی قوم سے معافی نہیں مانگی اور جنہوں نے اسلام کے نام پر اس قوم کو کلاشنکوف اور ہیروئن کے تحفے دیئے، ججوں سے پھانسی کے فیصلے کروائے اور آئین کو محض ایک کتاب قرار دیا 'انہوں نے کبھی معافی نہیں مانگی۔

اسی ملک میں ایک ایسی ہندو عورت بھی خاتون اوّل بنی' کثرت شراب نوشی سے جس کا جگر جواب دے گیا تو وہ شرابیوں کو جمع کر کے ان کے سامنے سامانِ مے نوشی سجاتی اور پھر انہیں شراب پیتا دیکھ کر خوش ہوتی، وہ سیکرٹری دفاع بھی اس ملک کا صدر بنا جس کی بیوی ہر لمحے اس کے پیچھے رہتی کہ کسی کمزور لمحے کوئی دوسری عورت فرسٹ لیڈی نہ بن جائے۔ وہ شیر بھی ایک صوبے پر حکومت کرتا رہا جس کے قبضے سے کنیئرڈ کالج لاہور کی اغوا شدہ طالبات برآمد ہوئیں اور وہ بھی آج ہمارے محترم رہنما ٹھہرے جن کی تصویر آخری لمحے تک ٹی وی کی ایک اداکارہ کے بیڈ روم میں لگی رہی۔ وہ بھی ہمارے ایوانوں کے نگران رہے جنہوں نے اپنے دوستوں کی محفل میں بڑے دعوے سے کہا تھا کہ تم شرط لگا لو وہ اب زندگی بھر کبھی نہیں گائے گی۔ وہ بھی ایک صوبے کی درس گاہوں میں تعلیم حاصل کرتے بچے اور بچیوں کے مستقبل کا رکھوالا ہے جس کے بارے میں ایک بوڑھے سیاست دان نے پوری قوم کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ یہی میری بیٹی سے اجتماعی زیادتی کا مرتکب ہے اور وہ جلاوطن رہنما جو سندھ کا وزیر اعلیٰ مقرر ہوا وہ علی الاعلان کہتا رہا کہ میں پیتا ہوں۔ اس ملک کی سیاسی تاریخ لکھتے وقت سرکاری ہوسٹل کے سوپیرز کے انٹرویوز بھی شامل کئے جائیں جو کمروں سے چوڑیوں کے خون آلود ٹکڑے جمع کرتے اور چھپاتے رہے لیکن کسی صدر، وزیر اعظم اور بیوروکریٹ یا جج نے آج تک قوم سے معافی نہیں مانگی۔ وہ جو ہر سال 60 کروڑ روپے کے محصولات بچاتے رہے، جو 25 کروڑ روپے کی ایکسائز ڈیوٹی، 24 کروڑ روپے کا نہری پانی، 15 کروڑ روپے کی لکڑی اور 22 کروڑ روپے کی بجلی اور گیس چراتے رہے' ان کو ٹی وی پر قوم کے سامنے معافی مانگنے کے لیے نہیں لایا گیا جو سرکاری دفاتر سے ہر سال ڈیڑھ کروڑ روپے کی سٹیشنری، 5 کروڑ کا سیمنٹ، سریا اور آئرن پار کر جاتے ہیں۔ 8 کروڑ کی تاریں، بجلی

کے کھمبے اور ٹرانسفارمر غائب کر جاتے ہیں، 11 کروڑ روپے کی ادویات، ہسپتالوں کے آلات اور مریضوں کی خوراک تک کھا جاتے ہیں، 12 کروڑ روپے کی سڑکیں اپنی جیب میں ڈال لیتے ہیں اور 18 کروڑ روپے کی گلیاں، نالیاں اور پلیاں پی جاتے ہیں، جو 5 لاکھ گیلن سالانہ سرکاری پٹرول بسوں اور ویگنوں کے اڈوں پر بیچتے ہیں' ان میں سے کسی کو معافی مانگنے کا مستحق نہیں سمجھا گیا۔ جہاں کے شاہ، لغاری، مزاری، پیر، جام، جتوئی، کھوسہ، مخدوم، ملک، ٹوانہ، خٹک، آفریدی، نواب، بانکے، میر ہر سال قوم کا 6 ارب روپیہ کتا دوڑوں اور ریچھ کی لڑائیوں، بٹیر بازیوں اور عیاشیوں میں خرچ کر دیں، ہر سال جو سات ارب روپے کی گاڑیاں خریدیں اور ڈیڑھ کروڑ روپے کا تمبا کو پھونک دیں، جو اس ملک میں نہریں نہ کھودنے دیں، اسکول نہ بننے دیں، بجلی نہ لگنے دیں، ٹریکٹر نہ چلنے دیں، زرعی ٹیکس نافذ نہ ہونے دیں، مردم شماری نہ کرنے دیں، گاؤں میں ریڈیو بند کرا دیں، انسانوں کو بھٹیوں کی چمنیوں میں پگھلا دیں، جو ہر سال 30 ارب روپے جوئے میں ہار جائیں، جو آج بھی ملک میں منشیات کے 65 ہزار اڈوں کے مالک ہوں اور ہر سال 80,70 کروڑ روپے جگا ٹیکس وصول کریں، تھانے خریدیں، جو خود نیب کی ڈی بریفنگ کو بھگت کر کابینہ کے اجلاسوں میں بیٹھ کر ڈی بریفنگ سے گزرتے سائنسدانوں کے مستقبل کا فیصلہ کرنے میں فخر محسوس کریں لیکن معافی نہ مانگیں۔ معافی مانگی بھی تو صرف اس شخص نے جو پندرہ کروڑ افراد کا اکیلا محافظ ہے۔ جس کی وجہ سے آج بھارت سرحدوں پر بیٹھ کر ٹھنڈی آہیں تو بھر سکتا ہے مگر پاکستان کو میلی نظر سے دیکھ بھی نہیں سکتا۔ ہائے! معافی مانگی بھی تو کس شخص نے؟؟؟

(مطبوعہ: روزنامہ ''اسلام'' 9 مارچ 2004ء)

(بقیہ از صفحہ 37)

حکیم صاحب فرماتے: ''ہاں شاہ جی! آج کچھ زیادہ ہی ضعف ہے۔'' اتنے میں کوئی اہل ذوق وارد ہوتا تو شعر و سخن اور علم و ادب کی محفل گرم ہوتی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ جوانی کی تمام قوتیں عود کر آئی ہیں اور شاہ جی بالکل صحت مند ہیں۔ اسی اثناء میں بڑی قوت کے ساتھ ہاتھ حکیم صاحب کے سامنے بڑھاتے اور فرماتے: ''حکیم صاحب! اب نبض دیکھئے۔'' حکیم صاحب کہتے: ''ماشاءاللہ! اب تو نبض کی حالت بہت اچھی ہے۔'' شاہ جی فرماتے: ''حکیم صاحب! میں فالج اور ذیابیطس کا مریض نہیں ہوں۔ میری محفلیں اُجڑ گئی ہیں۔ دیکھیے حکیم صاحب! شاد عظیم آبادی کیا کہہ گئے ہیں:

کانٹوں سے گھرا ہوا ہے چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا ہی پڑتا ہے کیا خوش مزاج ہے

21) 1960ء میں تقریر کرتے ہوئے شاہ جیؒ نے فرمایا: ''میں وہاں چلا جاؤں گا' جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں آیا۔ پھر تم مجھے پکارو گے مگر تمہاری پکار تمہارے ہی کانوں سے ٹکرا کر تمہیں ہلکان کر دے گی مگر...... تم مجھے نہ پا سکو گے۔''

شاہ جیؒ حقیقت میں ایسی ہی جگہ تشریف لے گئے جہاں سے واپس لوٹ کر کبھی کوئی نہیں آیا۔

حکیم محمود احمد ظفر

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

1857ء میں جنگِ آزادی کے ناکام ہونے کے بعد بھی انگریز مسلمانوں سے لرزاں اور خائف تھے۔ وہ اپنی حکومت اور اقتدار کو مسلمانوں کے وجود سے ہر وقت خطرہ میں سمجھتے تھے۔ انگریز مسلمان قوم کے جذبہ حب الوطنی، غیرت ایمانی اور قوم کے ملی اتحاد سے بخوبی واقف تھا۔ ہلال اور صلیب کی تاریخی جنگیں اس سے مسلمانوں کی شوکت وعظمت اور بسالت و بہادری کا لوہا منوا چکی تھیں۔ چنانچہ اس نے اپنے اقتدار کی جڑیں مضبوط کرنے کے لیے سب سے پہلے اس خطرہ کو ختم کرنے کی تدابیر کیں اور مسلمانوں کے دل و دماغ سے روح ایمانی کو ختم کرنے کے لیے مختلف قسم کے عیارانہ حیلے بازیاں اور چالیں اختیار کیں۔ مسلمانوں میں تشتت وافتراق کی تخم ریزی کرنے کے لیے وظیفہ خوار ایجنٹ پیدا کئے۔ لوگوں کو بڑی بڑی جاگیریں دیں۔ مسئلہ جہاد کو حرام کرنے کے لیے ایک خود کاشتہ قسم کا نبی پیدا کیا اور مسلمانوں کو مذہبی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور تعلیمی اعتبار سے قلاش کرنے کے لیے یورپ کی برہنہ تعلیم اور تہذیب وثقافت کو رائج کیا۔ انگریزوں کی ان مکاریوں اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کو دیکھ کر علمائے ربانیین' کفن بر دوش میدان میں نکل پڑے۔ ان میں حضرت سید احمد شہید بریلویؒ، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ 'اس قافلہ کے ہراول دستہ کے سپہ سالار تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے نام سے انگریزی حکومت کانپ اٹھی تھی۔ ان کی للکار نے فرعونیت کے ایوانوں میں زلزلہ طاری کر دیا۔ اسی قافلہ کا ایک سپاہی شرف الدین احمد (سید عطاء اللہ شاہ بخاری) قدس سرہٗ تھے۔ آپ نے اپنی خطابت سے انگریزی ایوانوں اور اس کے خود کاشتہ پودے قادیانیت کی عمارت کو لرزہ براندام کر دیا۔ آپ کی خطابت کا سکہ نہ صرف عوام مانتے تھے بلکہ بڑے بڑے لوگوں نے آپ کی خطابت کی داد دی۔ چنانچہ آپ کی خطابت سے متاثر ہو کر ایک مرتبہ مولانا محمد علی جوہرؒ نے فرمایا تھا:

''بخاری! تو نے لوگوں کو اپنی تقریروں کا جو پلاؤ، قورمہ کھلا کھلا کر ان کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ ارے ظالم! اس کے بعد ہمارے ساگ ستو کو کون پوچھے گا۔'' یہ الفاظ کہہ کر فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر شاہ جی کی پیشانی چوم لی۔

ایک مرتبہ لاہور میں ''زمیندار'' کے دفتر میں سب کے سامنے شاہ جی کے بارے میں انہی مولانا محمد علی جوہرؒ نے فرمایا:

’’اس ظالم سے نہ پہلے تقریر کی جاسکتی ہے اور نہ بعد میں۔ اس کے بعد تقریر کرنے سے اثر جمتا نہیں اور اس سے پہلے جو تقریر کرے‘ اس کے اثر کو یہ آ کر مٹا دیتا ہے۔‘‘

فصاحت و بلاغت میں شاہ جی اپنی مثال آپ تھے اور عوامی خطابت کے آپ امام تھے۔ لحن داؤدی جو سننے والوں کو نیم بسمل کر دے‘ آپ کی خاص صفت تھی۔ آپ دوران تقریر اور اپنی نجی مجالس میں بعض دفعہ ایسا جملہ بولتے جو آج تک اخبار اور کتابوں کی زینت بنتا ہے۔ انہی جواہر پاروں میں سے چند ایک یہاں نقل کئے جارہے ہیں۔

1) ایک مرتبہ اسلامی نظام حکومت کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: ’’بعض لوگ کہتے ہیں کہ آج کل کے حالات میں اسلامی نظام فٹ نہیں بیٹھتا۔ آپ نے فرمایا: ایک لائق ترین درزی نے جسم و اعضاء کے عین مطابق نہایت فٹ قمیض بنائی لیکن بعد میں قمیض والے پر فالج گر گیا۔ اسے تشنج نے آ گھیرا۔ اعضاء کا تناسب جاتا رہا۔ ایک ہاتھ آگے کو لمبا ہو کر اکڑ گیا۔ دوسرا پیٹھ کے پیچھے کی طرف مڑ گیا۔ ایک ٹانگ ٹیڑھی ہوگئی، دوسری چھوٹی ہوگئی۔ پیٹھ کبڑی ہوگئی۔ اب وہ قمیض میں عیب بتاتا ہے کہ یہ فٹ نہیں ہے۔ درزی پر بھی نکتہ چینی کرتا ہے۔ آپ ہی انصاف کریں کہ قمیض فٹ نہیں ہے یا یہ منحوس خود ان فٹ ہو گیا ہے۔ تمہارے منہ کا مزہ صفرادی بخار سے تلخ ہو چکا ہے۔ تمہیں میٹھی شے بھی کڑوی لگتی ہے۔ یہ دوا اور غذا کا قصور نہیں‘ تمہارے منہ کے ذائقہ کی خرابی ہے۔ انسان کو آج اپنی فطرت کے مطابق رہنا اور چلنا چاہیے۔ اسلام سے بہتر اس کے لیے کوئی ہدایت نامہ نہیں ہوسکتا۔‘‘

2) ایک مرتبہ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ ڈھاکہ جیل میں تھے کہ ایک دن ایک افسر نے حضرتؒ کی مزاج پرسی کی۔ شاہ جی نے فرمایا: ’’الحمدللہ علیٰ کل حال‘‘ آفیسر نے دوبارہ پوچھا: ’’شاہ جی! کوئی سوال؟‘‘ شاہ جی نے فرمایا: ’’سوال تو میں اپنے اللہ ہی سے کیا کرتا ہوں۔‘‘ انگریز افسر کہنے لگا: ’’سوال نہ سہی‘ کوئی خدمت ہی بتا دیجیے!‘‘ فرمایا: ’’آپ بس اتنا ہی کیجیے کہ ہمارا ملک چھوڑ دیں۔‘‘

3) شاہ جیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ’’اللہ الصمد‘‘ کے معنی میں مجھے ہمیشہ تردّد رہا کہ ’’اللہ بے نیاز ہے۔‘‘ بس یوں ہی دل کو تسکین نہ ہوتی۔ جیل ہی کا واقعہ ہے کہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ کا ترجمہ قرآن پاک دیکھ رہے تھے کہ اچانک اس کا خیال آیا کہ دیکھیں شاہ صاحبؒ کیا لکھتے ہیں۔ جب وہ جگہ نکالی تو حضرت نے ترجمہ فرمایا ہے: ’’اللہ نرادھار ہے۔‘‘ شاہ جیؒ فرماتے ہیں کہ میں کبھی اسے ’’نِرُادھار‘‘ پڑھوں، کبھی کچھ کبھی کچھ۔ پھر میں اپنے جیل ہی کے ایک ساتھی پنڈت نیکی رام شرما کے پاس گیا جو بہت فاضل بھی تھا۔ اس سے پوچھا کہ یہ لفظ کیا ہے؟ وہ دیکھتے ہی جھومنے لگا اور واہ واہ کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے۔ میں نے چند لمحے انتظار کے بعد کہا: ’’کیا عجب آدمی ہیں۔ میں انتظار میں ہوں اور آپ اپنے ہی آپ لطف لے رہے ہیں۔ مجھے بھی تو علم ہو کہ کیا معنی ہیں؟‘‘ اس کے بعد اس نے بتایا کہ ’’نِرادَھار‘‘ سنسکرت زبان کا لفظ

ہے اور اس ذات پر بولا جاتا ہے، جس کا کام کسی بن نہ اڑے اور جس بن کسی کا کام نہ بنے۔'' فرمایا: ''تب مجھے تسکین ہوئی اور یوں محسوس ہوا جیسے کوئی گم شدہ متاع مل گئی ہو۔''

4) 9رمئی 1958ء کو سابق صدر سکندر مرزا ملتان آئے۔ان کی خواہش تھی کہ شاہ جیؒ ان سے گیلانیوں کی دعوت میں ملیں۔انہوں نے ایک مشترکہ دوست مظفر علی شمسی کو شاہ جیؒ کے پاس بھیجا۔مظفر علی شمسی نے جب اپنا مدعا بیان کیا تو شاہ جیؒ نے فرمایا: ''شمسی! تم میرے پیارے دوست ہو مگر میں تمہارے کہنے پر عمل نہیں کر سکتا۔اگر اسکندر مرزا میرے جھونپڑے پر آجائیں تو وہ بھی بلند ہو جائیں اور میں بھی۔لوگ کہیں گے کہ صدرِ مملکت ایک درویش کی کٹیا میں گئے۔اگر میں ان سے ملنے جاؤں تو اپنی عمر بھر کی کمائی برباد کر بیٹھوں گا۔

5) ایک مرتبہ 1958ء میں شاہ جیؒ مولانا عبدالکریم صاحب (خطیب شاہ پور صدر) کے مکان پر تشریف لے گئے۔انہوں نے اپنے صاحبزادے کو حاضر کیا، جن کا نام مسعود الرحمٰن تھا اور عرض کیا کہ یہ جناب کا مرید ہے۔شاہ جیؒ نے جب بچے کا نام پوچھا تو انہوں نے مزاحاً فرمایا: ''مسعود الرحمٰن ولد فی شہر رمضان فی ملک پاکستان'' یہ سن کر شاہ جیؒ نے فرمایا: ''ابھی نام چھوٹا ہے۔سورۃ الرحمٰن ساری ہی ساتھ لگا لو تو بہتر ہے۔

6) ایک مرتبہ اسلامیہ کالج کے طلباء شاہ جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''شاہ جیؒ کالج میں ڈاڑھی رکھ کر جانا مشکل ہے۔'' شاہ جیؒ نے برجستہ جواب دیا: ''ہاں بھائی! اسلامیہ کالج میں مشکل ہے اور خالصہ کالج میں ڈاڑھی رکھ کر جانا آسان ہے۔''

7) شاہ جیؒ نے ایک موقع پر منکرین بشریت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''بھائی لوگو! آپ کے کبوتروں کی بھی نسل ہو اور بٹیروں کی بھی لیکن ایک ہم سید ہی ایسے ہیں کہ جن کی کوئی نسل نہیں۔حضور ﷺ کو تم بشر نہیں مانتے تو بتاؤ ہم کس کی اولاد ہوئے؟''

8) ایک مرتبہ ایک وکیل صاحب نے رمضان کے دنوں میں شاہ جیؒ سے مذاق کرتے ہوئے کہا: ''حضرت!'' کوئی ایسا نسخہ تجویز فرمائیے کہ آدمی کھاتا پیتا رہے اور روزہ بھی نہ ٹوٹے۔'' شاہ جی نے فرمایا: ''نسخہ نہایت سہل ہے۔کاغذ اور قلم لے کر لکھیے: ''ایسا مرد چاہیے کہ جوان وکیل صاحب کو صبح صادق سے مغرب تک جوتے مارتا جائے۔یہ جوتے کھاتے جائیں اور غصے کو پیتے جائیں۔اسی طرح کھاتے پیتے جائیں، روزہ کبھی نہیں ٹوٹے گا۔''

9) شاہ جیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ: ''شاہ جی! مزار بنانے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' شاہ جیؒ نے برجستہ جواب دیا: ''میں اس سوال کی بنیاد کو سمجھتا ہوں۔بہر حال ایک مزار اقدس میرے آقا، میرے ہادی حضور ﷺ کا مدینہ طیبہ میں بن چکا ہے اور دوسرا مزار بنانا میرے نزدیک ''شرک فی النبوۃ'' ہے۔''

10) ایک مرتبہ شاہ جیؒ سے شورش کاشمیری مرحوم نے عرض کیا: 'شاہ جیؒ! زمانہ بہت بڑھ چکا ہے۔اپنے بچوں کو انگریزی

اسکولوں میں داخلہ لے دیں۔ یہی زمانے کا تقاضا ہے۔ فرمایا: ''بابا! مجھے معاف رکھو! میں اِس زمانے کا آدمی نہیں۔ تم مجھے محمد قاسم نانوتویؒ اور شیخ الہند محمود حسنؒ کی روحوں سے بغاوت کرنے کی ترغیب دیتے ہو؟ یہ کیوں نہیں کہتے کہ تیرے بچے مرجائیں یا اپنے ہاتھوں بچوں کو قتل کردو۔''

11) ایک مرتبہ کسی نے شاہ جیؒ سے تصویر کھینچنے کی اجازت طلب کی۔ پاس ہی شاہ جیؒ کے فرزند سید ابوذر بخاریؒ تشریف فرما تھے۔ شاہ جیؒ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میری تصویر یہ بیٹھی ہے۔ باپ کی تصویر بیٹا ہوا کرتا ہے۔ بیٹے کو چاہیے کہ باپ کے اخلاق وعادات کا نمونہ ہو۔ (بشرطیکہ باپ شریعت کا پابند ہو)

12) شاہ جیؒ نے ایک موقع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: ''دنیا میں چار قیمتی چیزیں محبت کے قابل ہیں۔ مال، جان، آبرو اور ایمان۔ لیکن جب جان پر کوئی مصیبت آئے تو مال قربان کرنا چاہیے اور آبرو پر کوئی آفت آئے تو مال اور جان دونوں کو اور اگر ایمان پر کوئی ابتلاء آئے تو مال، جان اور آبرو سب کو قربان کرنا چاہیے اور اگر ان سب کے قربان کرنے سے ایمان محفوظ رہتا ہے تو یہ سودا سستا ہے۔

13) ایک مرتبہ سلسلہ گفتگو میں فرمایا: ''شریف آدمی کبھی بزدل نہیں ہوتا اور کمینہ آدمی کبھی بہادر نہیں ہوتا۔ کمینہ پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو دشمن کے سامنے ایڑیاں رگڑتا ہے۔ اور شریف کے قابو میں جب دشمن آتا ہے تو اسے معاف کر دیتا ہے اور نہ ماضی کے کسی واقعہ پر اسے مطعون کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی شرافت اور بہادری دیکھئے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے کے بعد عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! کعبہ میں کیوں نماز نہیں پڑھتے؟'' تو فرمایا کہ: ''تیری قوم نہیں پڑھنے دیتی۔ حالانکہ کعبہ میں نماز پڑھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ تو خود سیدنا عمر تھے مگر یہ نہیں فرمایا کہ آپ نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ سبحان اللہ! کیا شرافت تھی۔

14) مہاسبھائی لیڈر ڈاکٹر مونجے نے بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے کہا: ''نکال دو ان مسلوں (مسلمانوں) کو ہندوستان سے۔''

شاہ جیؒ نے لکھنؤ میں اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ہندوستان کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو۔ آپ بھی ہماری طرح اس ملک میں نو وارد ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ آپ اس ملک میں پہلے آ کر آباد ہوگئے اور ہم بعد میں آئے۔ اگر نکلنا ہی ہے تو پھر اسی ترتیب سے نکلو جس ترتیب سے آئے ہو۔ پہلے تم نکلو بعد میں ہم رختِ سفر باندھیں گے۔'' ہنس کر فرمایا: ''جب لالہ جی بوریا بستر باندھ کر ساحل سمندر پر پہنچ جائیں گے تو انہیں دیں گے دھکا اور خود واپس لوٹ آئیں گے۔''

15) شاہ جیؒ نے ایک مرتبہ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: ''جو لوگ روٹی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں اور اسی کے لیے جیتے ہیں 'ان میں اور ایک کتے میں کوئی فرق نہیں۔ وہ بھی روٹی کے لیے بھونکتا اور دم ہلا کر مالک کے پیچھے چلتا ہے۔ روٹی کوئی چیز

نہیں۔اصلی چیز عقیدہ اوراس کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دھن ہے۔''

16)ایک مرتبہ حضرت امیر شریعتؒ نے ایک سلسلہ کلام میں فرمایا:''لوگ تعجب کرتے ہیں کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں؟'' ہائے اصغر!تم کس وقت یاد آ گئے:

میں رند بادہ کش بھی، بے نیاز جام و ساغر بھی
رگ ہر تاک سے آتی ہے کھنچ کر میری قسمت

میرا رزق میرے پیچھے دوڑتا ہے،میرا ہاتھ ہمیشہ خدا کی ڈھیری پر رہا ہے۔اپنی ضرورت کے مطابق اٹھالیتا ہوں،باقی چھوڑ دیتا ہوں۔میں تو اپنے اللہ کا کوڑھی ہوں۔مجھے وہ صرف رزق ہی نہیں دیتا بلکہ میری ٹھوڑی سے پکڑتا ہے اور میرے منہ میں ڈالتا ہے:

رزق را روزی رسا پرمی دہد

17)ایک مرتبہ شاہ جیؒ نے فرمایا کہ ایک مرکزی وزیر مجھے ملنے ملتان تشریف لائے۔انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ان سے کہوں تو وہ مجھے مکان الاٹ کروادیں گے۔ساتھ ہی ارشاد فرما گئے کہ فلاں تاریخ کو فلاں صاحب ملتان سے گزر رہے ہیں۔ان سے مل لینا۔ایک صاحب نے پوچھا:''کیا ان صاحب سے ملاقات کی؟''فرمایا:''نہیں''وجہ دریافت کی تو فرمایا ''میرے پاس کالی اچکن اور قراقلی ٹوپی نہیں تھی۔''

18)ایک مرتبہ شاہ جیؒ ،مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے ہمراہ مولانا ابوالکلام آزادؒ سے ملنے گئے۔استفادے کے لیے چند آیات تفسیر کے لیے پیش کیں۔مولانا آزادؒ نے اپنے انداز میں ان کی تفسیر کی۔شاہ جیؒ بہت متاثر ہوئے اور کہا:''مولانا!اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضر نصیب فرمائے۔''مولانا آزادؒ نے فرمایا:''نہیں میرے بھائی!تھوڑی ہو مگر قرینے کی ہو۔''

19)1946ء میں حضرت امیر شریعتؒ نے قرآن حکیم کی حقیقت اور اس کی تفسیر کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ کی کتاب کی بلاغت کے صدقے جایئے،خود بولتی ہے نُزِّلَ عَلیٰ مُحَمَّد کہ میں محمد(ﷺ)پر اتاری گئی ہوں۔بابولوگو!اس کی قسمیں نہ کھایا کرو،اس کو پڑھا کرو۔سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرح نہ سہی۔اقبال کی طرح ہی پڑھ لیا کرو۔دیکھا اس نے قرآن کو ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہلّہ بول دیا۔پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں۔وہ تمہارے بت کدے میں اللہ اکبر کی صدا ہے۔''

20)آخری ایام میں حضرت شاہ صاحبؒ کی حکیم محمد حنیف اللہ مرحوم کے مطب پر تشریف آوری،روزانہ کا معمول تھا۔فرماتے ضعف و ناتوانی سے پاؤں جواب دے رہے ہیں۔دشواری سے حکیم صاحب کے پاس پہنچتا ہوں۔حکیم صاحب کی جانب ہاتھ بڑھاتے۔حکیم صاحب نبض دیکھئے۔''

بقیہ صفحہ 32 پر

انٹرویو پینل:

محمد معاویہ رضوان، حکیم محمد قاسم، حافظ حبیب اللہ چیمہ

اہل حق، مایوسی، مرعوبیت اور جذباتیت سے ہٹ کر نئی صف بندی کریں

اسلامی علوم کا تحفظ، دینی مدارس ہی کر سکتے ہیں، ماڈل مدارس کامیاب نہیں ہو سکتے

قادیانیوں کا موجودہ سربراہ بھی سابق سربراہوں کی طرح بدکردار ہے

طالبان اس صدی کے بہادر اور امن پسند لوگ تھے

ورلڈ اسلامک فورم (برطانیہ) کے چیئرمین مولانا محمد عیسیٰ منصوری کا ''نقیبِ ختمِ نبوت'' کے لیے انٹرویو

''جناب مولانا محمد عیسیٰ منصوری، دنیائے اسلام کے ممتاز سکالر، مصنف اور مفکر ہیں۔ بنیادی طور پر تعلق انڈیا سے ہے۔ 1975ء میں برطانیہ منتقل ہو گئے۔ آج کل لندن میں مقیم ہیں اور ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین ہیں۔ برطانیہ میں تعلیمی و دینی شعبوں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور وہاں کے قوانین اور حالات و واقعات کے مطابق سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پرامن اور بامقصد اجتماعی زندگی کے قائل ہیں۔ گزشتہ دنوں بنگلہ دیش اور انڈیا کا دورہ کر کے اپنے پروگرام کے مطابق دس روز کے لیے پاکستان تشریف لائے۔ لاہور، گوجرانوالہ، ملتان اور کراچی بھی گئے۔ مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ کی دعوت پر انہوں نے چیچہ وطنی کے لیے بھی وقت نکالا اور مختلف اجتماعات سے فکر انگیز خطاب کیا۔ ان کا سب سے بڑا موضوع ''اسلام اور مغرب کی کشمکش'' ہے اور اس موضوع پر ان کے مضامین کا مجموعہ کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ وہ مغرب پر تنقید کرتے ہوئے حقائق کی روشنی میں اپنے محاسبے کی بات بھی کرتے ہیں۔ چیچہ وطنی آمد پر ''احرار لائبریری ہال'' میں ''نقیبِ ختمِ نبوت'' کے لیے مولانا منصوری کا ایک تفصیلی انٹرویو کیا گیا، جو پیشِ خدمت ہے۔'' (ادارہ)

☆ آپ کا اصل وطن کونسا ہے؟

❍ میری پیدائش تو مہاراشٹر کی ہے۔ بعدازاں میرے والد صاحب وہاں سے گجرات منتقل ہو گئے تھے۔ کیونکہ وہاں کا ماحول نسبتاً دینی تھا۔ ابتدائی تعلیم راندھیر کے مدرسہ حسینیہ میں حاصل کی اور وہیں دورۂ حدیث بھی کیا۔ مولانا علی بھائی صاحب سے فارسی پڑھی۔

☆ لندن کب منتقل ہوئے؟

❍ میرے والد صاحب، تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے تھے تو میں بھی تبلیغی سفر میں مولانا محمد یوسفؒ (امیر التبلیغ) کے ساتھ رہا۔ بعدازاں مولانا سعید احمد خانؒ کے ساتھ دو سال حجاز میں بسلسلہ تبلیغ گزارے اور 1975ء میں

لندن میں تبلیغی مرکز کے امام کے طور پر آیا۔ فجر، مغرب کے بیانات اور ہدایات میرے ذمہ تھیں۔ وہاں کم وبیش گیارہ سال تک امامت کے فرائض انجام دیئے۔ اب وائٹ چیپل کے علاقہ کرسچین سٹریٹ میں ڈیلافسلیڈ ہاؤس کے اپارٹمنٹ میں مقیم ہوں۔

☆ لندن میں اس وقت آپ کے کام کی نوعیت کیا ہے؟

❍ پہلے تو ہم نے وہاں سکول کی طرز پر مدرسہ کا انتظام کیا اور ''مسلم ایجوکیشن بورڈ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور ایک رسالہ ''مسلم ایجوکیشن ریویو'' بھی نکالا جو انگلش اور عربی میں چھپتا تھا۔ ایک عرصہ تک میں ان اداروں سے منسلک رہا۔ میں نے سوچا کہ کام تو ہو رہا ہے لیکن صرف اپنی حد تک ہے' اس کو آگے بڑھانا چاہیے۔ اس کے علاوہ لیسٹر میں ''جامعۃ الہدیٰ'' کے نام سے ایک ادارہ بنایا۔ جس کے لیے ہم نے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو دعوت دی تھی۔ لیسٹر میں ہی مولانا فاروق صاحب نے ''دارارقم'' کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ وہاں کالج کے لوگوں کے لیے ہم نے تربیتی کورس شروع کئے اور فقہ کے کورس کے لیے مفتی محمد تقی عثمانی' سیرت کے لیے امریکہ سے مزمل صدیقی صاحب اور لاء کے لیے جناب محمود احمد غازی اور اسی طرح مولانا زاہد الراشدی صاحب کو بلایا گیا۔

☆ بنگلہ دیش، انڈیا اور پاکستان کے دورہ کے مقاصد کیا ہیں؟

❍ 1990ء میں مولانا زاہد الراشدی صاحب سے ملاقات ہوئی تو طے پایا کہ ہمیں دو حوالوں سے کام کرنا ہوگا۔ تعلیم اور میڈیا۔ اسی سلسلہ میں بنگلہ دیش جانا ہوا کہ ہمارے برصغیر میں 40 فیصد مسلمان رہتے ہیں۔ ان کا آپس میں کوئی رابطہ نہیں ہے۔ اگر کوئی کام کر رہا ہے تو اس کی نوعیت کا پتہ نہیں ہے۔ بنگلہ دیش میں مولانا سلطان ذوق صاحب ہیں۔ ان کے کئی ادارے ہیں جہاں 15 ہزار طلباء زیر تعلیم ہیں اور انہوں نے ہمیں دعوت دی۔ برطانیہ سے بندہ اور انڈیا سے مولانا سلمان الحسینی، پاکستان سے مولانا زاہد الراشدی صاحب گئے۔ وہاں ڈھاکہ میں ''رابطہ عالم اسلامی'' کے مولانا محی الدین صاحب نے مسجد بیت المکرّم میں پروگرام رکھا تھا۔ ''عصری تقاضے اور علماء کی ذمہ داریاں'' کے عنوان پر بیان ہوا۔ اسی طرح چٹاگانگ، سلہٹ میں بھی جانا ہوا۔ مولانا سلطان ذوق صاحب جدید عربی میں طلباء کو محنت کروا رہے ہیں اور عربی میں کئی رسالے نکل رہے ہیں۔ انڈیا میں گزشتہ سال گجرات میں جو فسادات ہوئے' ان کے کیسوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھیں اور ممبئی میں عبدالحمید صاحب ہمارے وکیل ہیں' ان سے ملاقات کرنا تھی۔ ڈابھیل میں مولانا احمد خان صاحب روحانی شخصیت ہیں' ان کے ہاں جانا ہوا۔ دہلی میں بستی نظام الدین کے ذمہ داروں سے ملاقات اور ساتھ ہی مولانا وحید الدین خان صاحب سے ملاقات کی۔ پروفیسر عبدالرحیم قدوائی صاحب ہماری بعض کتب کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ جناب مظہر صدیقی صاحب تاریخ کے محقق ہیں' ان سے ملاقات رہی۔

ادھر پاکستان میں‘ لاہور میں جامعہ مدنیہ میں مولانا احمد میاں صاحب سے تعلق ہے اور سید نفیس شاہ صاحب ہمارے بزرگ ہیں۔ گوجرانوالہ میں راشدی صاحب سے ملاقات کرنا تھی۔ اسلام آباد بھی جانا ہوا‘ جہاں قاری محبوب صاحب مسجد عثمان غنیؓ میں اسلام آباد کے ائمہ، دانشور، علماء سے بیٹھک رہی۔ جناب محمود احمد غازی سے ملاقات کی اور رات سفر کر کے ساہیوال پہنچا۔ جامعہ رشیدیہ اور عیدگاہ جانا ہوا۔

☆ عالم اسلام کی موجودہ صورتحال پر آپ کیا تبصرہ کریں گے؟

❍ خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد عالم اسلام کے اکثر حکمرانوں کا یہودیت کی خفیہ تحریک ’’فری میسن‘‘ سے تعلق رہا ہے۔ اور ان کے آلہ کار بن کر مسلم ممالک پر حکمرانی کرتے رہے ہیں۔ اگر کسی نے ان کے اثر سے نکلنا چاہا تو اس کو اپنے ہی مسلمانوں کے ہاتھوں ختم کروا دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک عالم اسلام ایک پلیٹ فارم پر جمع نہ ہو سکا۔

☆ امریکہ اور یورپ مسلمان سے خوفزدہ ہیں یا اسلام سے؟

❍ یورپ اور امریکہ مسلمانوں سے خوفزدہ نہیں ہیں لیکن اسلام ایک مکمل دین ہے اور دنیا کے تمام نظاموں اور مذاہب کے مقابلے میں ایک ابدی سچائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اس سے خوفزدہ ہے۔ عالمی میڈیا جو کہ یہود کے زیر قبضہ ہے۔ اس نے عوام کے ذہنوں میں یہ بات ذہن نشین کروا دی ہے کہ مسلمان ایک دہشت گرد اور خونخوار قوم ہیں۔ جبکہ یورپ اور امریکہ کے عوام آزاد ضمیر رکھنے والے لوگ ہیں‘ وہ مسلمانوں کو اخلاقی لحاظ سے اچھا انسان تصور کرتے ہیں۔

☆ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی میں القاعدہ کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟

❍ اتنا خطرناک منصوبہ صرف یہودی ہی تیار کر سکتے ہیں۔ اب تو فرانس اور جرمنی میں ایسی کتب مارکیٹ میں آ گئی ہے‘ جن میں واضح ثبوت کے ساتھ یہودیت کو اس کی تباہی کا ملزم قرار دیا ہے۔ القاعدہ یا اسامہ اتنا بڑا کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتے۔ اب تو یہ خطرہ بھی ہے کہ یہودی یورپ میں کوئی ایسی خطرناک سازش تیار کر رہے ہیں‘ جس کا الزام القاعدہ یا اسامہ کے سر تھونپا جا سکے اور مسلمانوں کو دہشت گرد قوم ثابت کیا جا سکے۔

☆ عراق پر امریکی قبضہ کے بعد وہاں فدائی حملوں کو کس حیثیت سے دیکھتے ہیں؟

❍ جن عرب مسلمانوں نے افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کیا۔ ان کو عرب ہی میں ایک ’’وار فیلڈ‘‘ مل گیا ہے۔ وہی لوگ امریکہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ صدام حسین کی پارٹی تو لادینیت پسند اور سیکولر ہے‘ وہ فدائی حملے نہیں کر سکتی۔ میں عرب نوجوانوں کی جرأت کو سلام پیش کرتا ہوں جو امریکی استعمار کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن چکے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کو یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ مسلمان جہاں بھی رہتا ہے‘ ہمیشہ آزادی کے ساتھ رہتا ہے۔

☆ افغانستان میں طالبان نے احیاء خلافت کے لیے قربانیاں دی ہیں‘ ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

❍ طالبان امن پسند لوگ تھے۔انہوں نے اسلحہ سے بھرے ہوئے ملک میں امن قائم کیا۔وہ صرف اللہ کے قانون کے پابند بن کر رہنا چاہتے تھے۔جبکہ یورپ اور امریکہ انہیں اپنے قانون میں پابند کرنا چاہتے تھے۔طالبان اس صدی کے بہترین اور بہادر لوگ تھے، لیکن دشمنوں کی عیاری اور اپنوں کی غداری کے باعث وہ کامیاب نہ ہو سکے۔آج دنیا اس بات کی گواہ ہے کہ انہوں نے منشیات کی روک تھام کی ،لوگوں کو راحت پہنچائی ،خود حکمران اور وزراء سادہ زندگی بسر کرتے رہے۔

☆ مرزا طاہر کے مرنے کے بعد سینکڑوں قادیانی مسلمان ہوئے، اس کی کیا وجہ ہے؟

❍ ان کا نیا سربراہ مرزا مسرور ایک کرپٹ انسان ہے بلکہ ان کے تمام سربراہ کرپٹ ہی رہے۔ان کی تنظیم میں جبر اور ظلم کا ماحول ہے۔قادیانی سربراہوں کی مسلسل بدکرداری کی وجہ سے اب معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔حقائق منظر عام پر آرہے ہیں۔ان کی جھوٹی شرافت کا پردہ چاک ہو رہا ہے اور کفر و ارتداد واضح ہو رہا ہے۔قادیانیوں کے ضمیر اب جاگ رہے ہیں کہ کیسی جھوٹی نبوت ہے کہ ایک ہی خاندان کے کرپٹ لوگ سربراہ بن رہے ہیں۔اسی وجہ سے سینکڑوں قادیانی ،مسلمان ہو رہے ہیں۔

☆ ایرانی انقلاب کو اسلامی انقلاب کا نام دیا جا سکتا ہے؟

❍ پہلے پہل ہم بھی اس انقلاب سے متاثر ہوئے تھے اور اسے اسلامی انقلاب ہی سمجھتے رہے لیکن جب ہم خود ایران گئے اور آیت اللہ منتظر اور ہاشمی رفسنجانی سے ملے تو حقیقت واضح ہوئی کہ یہ انقلاب صرف شیعیت کے تحفظ کے لیے ہے۔

☆ پاکستان میں دینی مدارس کو حکومت کے کنٹرول میں لینے کی سازش ہو رہی ہے، علماء کا ردّعمل کیا ہونا چاہیے؟

❍ پاکستان کے حکمران دوسرے ممالک سے ڈکٹیشن لیتے ہیں۔اصل فیصلے کہیں اور ہو رہے ہیں۔علماء کو چاہیے کہ عوامی رابطہ میں رہیں اور تفرقہ بازی سے گریز کریں اور اپنے ذہنوں میں وسعت پیدا کریں۔حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے قول کو یاد رکھیں کہ کبھی بھی حکومت کی امداد کو قبول نہ کیا جائے ،علماء سر جوڑ کر بیٹھیں اور آئندہ کے لیے بہترین لائحہ عمل تیار کریں اور حکومت کے ساتھ ٹکراؤ کی پالیسی اختیار نہ کی جائے ،اسلامی علوم کا تحفظ صرف دینی مدارس ہی کر سکتے ہیں۔حکومت کے زیر انتظام چلنے والے ماڈل دینی مدارس کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

☆ 11 ستمبر کے بعد برطانیہ میں مسلمانوں پر کوئی مشکلات پیش آئی ہیں؟

❍ 11 ستمبر کے بعد امریکہ اور یورپ میں عوام نے اسلام کی طرف زیادہ رجوع کیا ہے۔وہاں کے عوام زیادہ باشعور ہیں اور میڈیا کے پروپیگنڈے کو مسترد کر کے زیادہ سے زیادہ اسلام اور قرآن کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

بقیہ صفحہ 53 پر

تاریخ کی شہادت

نواب کالاباغ نے مولانا محمد گل شیر کو شہید کرایا

''امیر محمد! تم نے ایک نیک آدمی کو مروایا، تمہارا انجام بُرا ہوگا۔'' (والدہ کی بددُعا)

ایک ریٹائرڈ پولیس افسر کے انکشافات

ڈیرہ غازی خان (مظہر لاشاری سے) سابق گورنر مغربی پاکستان نواب آف کالاباغ، ملک امیر محمد خان، صوم و صلوٰۃ کے انتہائی پابند ہونے کے باوجود اپنی مخالفت برداشت نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے 1945ء میں مجلس احرار اسلام کے معروف مبلغ مولانا محمد گل شیر کو اپنے خلاف تقریر کرنے پر قتل کروادیا تھا۔ جس سے ناراض ہوکر نواب کی والدہ نے انہیں بددعا دی تھی کہ:

''امیر محمد! تم نے بہت بُرا کیا ہے، ایک نیک آدمی کو مروادیا ہے۔ تمہارا انجام بُرا ہوگا۔''

یہ انکشاف ایک ریٹائرڈ پولیس افسر نے نوائے وقت سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ جن کا نواب کالاباغ قتل کیس کی تفتیش سے براہِ راست تعلق تھا۔ ریٹائرڈ ڈی ایس پی نے جن کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے ہے، اپنا نام صیغہ راز میں رکھنے کی استدعا کرتے ہوئے نواب آف کالاباغ کے پراسرار قتل کی تفصیلات بتائیں۔ انہوں نے نواب کے خاندانی ذرائع کے حوالے سے انکشافات کرتے ہوئے بتایا کہ نواب اپنی والدہ کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان کی قدم بوسی کے بعد دن کا آغاز کرتے تھے۔ عرصہ تک اپنی ماں کی اس بددعا پر پریشان رہے جو بالآخر پوری ہوئی۔ نواب کالاباغ کو اُن کی بہو نے پسٹل سے فائرنگ کر کے ان کے بیڈروم میں قتل کیا تھا جبکہ قتل کا الزام ان کے بیٹے اسد پر عائد ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ نواب کالاباغ کی بہو کا تعلق نواب آف قلات کے خاندان سے تھا اور وہ قدرے آزاد خیال واقع ہوئی تھیں۔ گورنر مغربی پاکستان کے عہدے سے سبکدوشی کے بعد جب نواب ملک امیر محمد خان کالاباغ میں واپس اپنی جاگیر پر پہنچے تو مشرقی روایات پر سختی سے کاربند نواب نے اپنی بہو کو بے حجابانہ ٹینس کھیلتے دیکھا تو غصے سے بے قابو ہوگئے اور اپنی بہو کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کردیا۔ جس سے ان کے کان سے خون بہنے لگا۔ بہو کو اپنی توہین کے شدید احساس نے برافروختہ کردیا، اور وہ پسٹل لے کر اپنے سُسر کے بیڈروم میں داخل ہوگئیں۔ اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے ان پر پے در پے 9 گولیاں چلائیں جس سے وہ موقع پر ہی جاں بحق ہوگئے۔

راوی سابق پولیس افسر نے بتایا کہ انہیں قتل کے تین ماہ بعد اس قتل کی تفتیش کے سلسلے میں کالا باغ جانے کا موقع ملا اور وہ ایک ماہ تک وہاں مقیم رہے۔ جہاں نواب خاندان کے انتہائی قریبی اور قابلِ اعتماد ذرائع نے انہیں ان تفصیلات سے آگاہ کیا۔ تاہم خاندان کو سکینڈل سے بچانے کے لئے جرم جو ایک خاتون سے سرزد ہوا اس کے شوہر نے اپنے ذمے لے لیا۔ ریٹائرڈ ڈی ایس پی نے بتایا کہ ایک سے زیادہ بار نواب کی قبر کشائی کی گئی آخر تنگ آکر مرحوم کے بڑے بیٹے نے قبر کشائی کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ کالا باغ میں رائے عامہ کا تأثر یہ تھا کہ نواب کالا باغ جیسی جابر شخصیت کا قتل مکافاتِ عمل کا نتیجہ ہے۔

(مطبوعہ ''نوائے وقت'' ملتان۔ صفحہ اوّل 23 فروری 2004ء)

☆☆☆

محسن ☆سئیں دی یاد اِچ

آون مونجھاں تیڈیاں میکوں بیٹھا سکداں بیٹھا رونداں
ہاں بے عملا تے بے سملا ونجاں کیویں بیٹھا رونداں
ڈیکھاں گلشن سئیں محسن دا کھڑا چماں اَکھیں ٹھاراں
نشانی ہے سئیں محسن دی ایندی بنیاد تے میں واراں
مہیمن پیر ہے دلگیر واہ اخلاق تے گفتاراں
ونڈا وے فیض رائے پور دے کراوے او ذکر مہواراں
کفیل سئیں رہے کھلدا ہُوِس آباد گھر شالا
ہے رکھوالا اے گلشن دا ایویں آکھیا سئیں محسن ہا
کیتی خدمت ایں محسن دی نہ کرسی کوئی ایں ماجایا
جیویں ہا حق خدمت دا ایویں کیتا سئیں پوراہا
کیتس راضی سئیں محسن کوں ہُوِس راضی سئیں حق تعالیٰ
ملے صلہ جنت ایکوں ہُوِس درجہ بلند اعلیٰ

فقیر اللہ رحمانی (رحیم یار خان)

☆ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ

ضیاءالدین لاہوری

جنگِ آزادی کے پرستاروں پر تنقید کی مہم

جناب پیام شاہجہان پوری نے اپنے کالم (مطبوعہ ''دن'' 25,24 اگست 2002ء) میں جواب الجواب کے ساز وسامان کے ساتھ مسلح ہو کر ایک بار پھر جنگِ آزادی 1857ء کو فتنہ وفساد قرار دیا ہے۔ انہوں نے مجھ غریب کو احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کر کے اوّل الزام یہ عائد کیا ہے کہ ان کے ایک کالم ''سرسید کا گناہ'' کے جواب میں 'میرا جو مضمون شائع ہوا۔ اس میں متعدد کتابوں کے اقتباسات پیش کئے گئے ہیں'' مگر حرام ہے جو کسی ایک اقتباس کے نیچے حوالہ دیا ہو' وہ مجھ پر حسبِ توفیق خوب خوب برسے ہیں اور میرے اندازِ تحقیق کو سبحان اللہ کے زمرے میں ڈالتے ہوئے تان اس ضرب المثل پر توڑی ہے:

گر ہمیں مکتب وہمیں ملا کارِ طفلاں تمام خواہد شد

میں ان کے ادب پارے کی تصوراتی رفعت پر انہیں مبارک باد کا مستحق سمجھتا ہوں مگر کیسے بتاؤں کہ میں اس معاملے میں بے اختیار تھا۔ موصوف ایک سینئر صحافی، نامور کالم نگار اور اعلیٰ سطح کے مدیر کہلاتے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اخبار یا جرائد اپنی پالیسی کے تحت مستقل قلم نگاروں کو گاہے بگاہے لکھنے والوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ موصوف کی صحافیانہ زندگی میں خود ان کے قلم سے مجھ جیسے کتنے گمنام قارئین کی تحریریں ادارتی کنٹریبونٹ کی زد میں آئی ہوں گی۔ من کہ ملزم اپنی صفائی میں صرف یہی عرض کر سکتا ہے کہ اس نے تمام حوالے تحریر کئے تھے مگر مطبوعہ مضمون میں شائع نہ ہوئے۔ اسے خود اس کیفیت پر دکھ ہوا تھا۔ لہٰذا مجبوراً اس مضمون کی فوٹوسٹیٹ نقل اکوڑہ خٹک کے اس جریدے میں اشاعت کے لیے بھیجنا پڑی جس کا ذکر موصوف نے اپنے ایک حوالے میں کیا ہے۔ یہ تمام حوالے سند کے طور پر مضمون کے ساتھ جون 2002ء کے شمارے میں شائع ہو چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ کاش! موصوف مجھ پر الزام عائد کرنے سے پہلے اپنے صحافتی تجربے کو ذہن میں لاتے ہوئے ذاتی مراسم سے اس امر کی تصدیق کر لیتے کہ حوالے کہیں ادارتی معمولات کی نذر تو نہیں ہو گئے۔

موصوف راقم کے متعلق تحریر کرتے ہیں: ''مضمون نگار نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں نے انگریز کے خلاف بغاوت کو ناجائز'' ثابت کر کے'' آزادی کے لیے ملی تحریکات کو' جس میں تحریک پاکستان بھی شامل ہے۔ ناجائز قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ یہاں بھی موصوف نے حقیقتِ حال کے اظہار سے اغماض برتا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ انگریزوں کے خلاف بغاوت کو حرام یا ناجائز میں نے ثابت نہیں کیا ہے بلکہ یہ اُن علمائے دین نے ثابت کیا ہے' جن کے فتوے ہم نے اپنے مضمون میں پیش کئے ہیں۔''

یہاں موصوف نے لفظی ردّ و بدل سے کام لیا ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ موصوف ''اپنی طرف سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں'' انہوں نے یوں تاثر دیا کہ میں نے اُن کی طرف سے بغاوت کا ناجائز ''ثابت کرنا'' تسلیم کرلیا ہے۔ ''ثابت کرنا چاہیے'' اور ''ثابت کرنے'' میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ صورت اوّل میں صرف خواہش ہوتی ہے جبکہ صورت دوم میں اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ موصوف حقیقتاً کچھ ثابت نہیں کر سکے۔ محض فتوے پیش کیے ہیں اور فتویٰ کسی مسئلے پر مفتی یا عالم کے اپنے ذہن کے مطابق اس کے مسلک کی صرف ترجمانی ہوتی ہے۔ بعض مسئلوں پر تو ایک ہی مسلک کے علماء مختلف آراء کا اظہار کرتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوتی ہیں۔ لہٰذا اُن سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔ اگر موصوف کے منتخب کردہ علماء کے فتووں سے انگریز آقا و مولیٰ ثابت ہو جاتے ہیں تو جن علماء نے انگریزوں کے خلاف فتوے دیئے انہیں ثبوت کیوں نہیں مانا جاتا؟ موجودہ بحث سے اگر کوئی بات ثابت ہوتی ہے تو صرف یہ کہ فتوے انگریزوں کے حق میں دیئے گئے تھے اور اُن کے خلاف بھی۔ تحریک پاکستان کے حوالے سے جب موصوف کہتے ہیں کہ انگریزوں کے خلاف بغاوت کو حرام یا ناجائز انہوں نے نہیں بلکہ علمائے دین نے ثابت کیا ہے تو عرض ہے کہ اُن کا ایسے فتوے بار بار پیش کرنا چہ معنی دارد؟ موصوف انہیں تسلیم کرتے ہیں۔ ان پر اصرار کرتے ہیں۔ انہیں ثبوت بھی کہتے ہیں اور آگے پیش کر دیتے ہیں تو بلا شک وشبہ یہ بات ان کی بھی ہوگئی کہ آزادی کے لیے ملی تحریکات جس میں تحریک پاکستان بھی شامل ہے' حرام تھیں اور 1857ء کی جنگِ آزادی کو تو موصوف خود اپنے الفاظ میں صاف صاف 1857ء کے تلنگوں کی وحشیانہ بغاوت'' قرار دے ہی چکے ہیں۔

اس کے بعد موصوف راقم کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہم نے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل کے مختلف حالات کے پس منظر میں تحریر کئے ہوئے فتوؤں کے نتائج کو زبردستی پیچھے لے جا کر 1857ء پر منطبق کر دیا ہے۔'' میرا یہ کہنا غلط ہے یا صحیح' پہلے اپنی تحریر پر غور فرمائیں۔

موصوف نے لکھا تھا: ''سرسید احمد خان زیرک انسان تھے۔ علوم دینیہ سے واقف بھی تھے۔ بلاشبہ انہوں نے 1857ء کے ہنگامے کو جہاد قرار نہیں دیا بلکہ فساد قرار دیا مگر کیا اس فکر اور سوچ میں وہ تنہا تھے؟'' اس دور'' کا کونسا مسلمان فرقہ ایسا تھا جس کے اکابر علماء نے انگریز کے خلاف ''اس بغاوت'' کی مذمت نہ کی ہو' بلکہ ان اکابر علماء نے تو ''اس بغاوت'' میں شرکت کو حرام قرار دیا چنانچہ......'' اس کے بعد انہوں نے اپنی بات ثابت کرنے لیے مختلف مسالک کے علماء کے فتوؤں کی عبارتیں پیش کی ہیں۔

موصوف کی اس عبارت پر غور فرمایئے! اس میں 1857ء کے حوالے سے یہ تاثر دیا گیا ہے کہ ''اس دور'' کے تمام فرقوں کے اکابر علماء نے انگریز کے خلاف ''اس بغاوت'' (یعنی 1857ء کی جنگِ آزادی) کی مذمت کی جبکہ ان کی اس عبارت والے مضمون میں ان کے نقل کردہ فتوؤں کی تمام عبارتیں متذکرہ بغاوت کے ذکر سے قطعاً خالی ہیں۔ یہ تمام عبارتیں انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل کی تحریر کردہ ہیں اور انہی ادوار سے متعلق ہیں۔ میں اپنے دعوے

پر اب بھی قائم ہوں۔ فتووں کے جو اقتباسات موصوف نے درج کئے تھے، ان میں کہیں بھی ''اس بغاوت'' یعنی 1857ء کی جنگِ آزادی کی مذمت میں کوئی فقرہ ہے تو اس کی نشاندہی فرمایئے۔ غیر متعلق عبارتوں کے اقتباسات کے ساتھ ان کی حوالہ جاتی کتب سے اپنے مضمون کو مزین کر دینا ایک سراب ہے۔ اس سے متعلقہ بات پایۂ ثبوب کو نہیں پہنچ سکتی۔ مزید برآں اگر کوئی شخص کسی سوچ اور فکر میں تنہا نہیں بلکہ بعض دوسرے بھی اس کے ساتھ شریک ہوں تو یہ امر اس ٹولے کی فکر کے سچا ہونے کی دلیل نہیں بن جاتی۔

موصوف نے اپنے موجودہ مضمون میں ایسے تاریخی قصوں کے اقتباسات درج کئے ہیں جن میں بعض معروف علماء کو انگریزوں کی حمایت میں حریت پسندوں سے نبرد آزما بتایا گیا ہے۔ ان کے بارے میں عرض ہے کہ ایسے ہنگامی حالات کے دوران اور ان کے بعد بہت سے فرضی قصے کہانیاں جنم لیتی ہیں۔ تحقیقی امور میں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ ایسے واقعات کے بارے میں دستاویزی ثبوت کے بغیر کسی نتیجے پر نہیں پہنچا جا سکتا۔ ذاتی تجربات کے ضمن میں بیان کردہ واقعات البتہ قابل ترجیح ہوتے ہیں بشرطیکہ بیان کنندہ معروف اور قابل اعتماد ہو۔ بعض واقعہ نگار مخصوص مقاصد کے تحت کہانیاں گھڑتے ہیں جنہیں بعد میں وسعت دینے کا ''فریضہ'' ان کے مسلک دار انجام دیتے ہیں۔ تاریخ میں من گھڑت قصے بنانے والوں کا ذکر آتا ہے مگر محقق اور تاریخ نویس ان کی بیان کردہ ایسی کہانیوں کو تسلیم نہیں کرتے۔

موصوف یہ سوال کرتے ہیں کہ بہت سے علماء جو غدر کے مخالف تھے، کیا غدارِ قوم اور اسلام دشمن تھے؟ میں یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ وہ ڈھیروں علماء، جو انگریز مخالف رویہ رکھتے تھے، کیا غدارِ قوم اور اسلام دشمن تھے؟ موصوف نے تو کسی کے اس قول پر کہ ''غدر میں بہت سے علماء مخالف تھے کہ یہ جہاد نہیں'' آناً فاناً یہ فیصلہ سنا دیا کہ ''بہت سے علماء کثرتِ تعداد پر دلالت کرتے ہیں۔'' پھر انہوں نے چیدہ چیدہ علماء کے فتووں کے ذکر کے ساتھ ڈاکٹر محمد ایوب قادری کو ''ہمارے عہد کا فاضل مورخ اور اسکالر'' قرار دیتے ہوئے ان کی کتاب ''جنگِ آزادی 1857ء'' کے حوالے سے 1857ء سے قبل ایسٹ انڈیا کمپنی کے معروف صاحب علم ملازمین کے ناموں کی ایک فہرست پیش کی ہے۔ جنہوں نے ''بقول مؤلف سرکار کمپنی کا اقتدار مستحکم کیا۔'''' ''بقول مؤلف'' کے پردے میں یہ فہرست نقل کرنا بالکل بے مقصد ہے کیونکہ اوّل تو یہ زیر بحث دور 1857ء سے پہلے کی بات ہے جبکہ اصل مسئلہ پروان ہی نہ چڑھا تھا۔ دوسری بات یہ کہ ملازمت اور سیاسی وفاداری و خیر خواہی میں بہت فرق ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس فہرست کو نقل کرتے ہوئے موصوف نے اصل حوالے میں درج ناموں کے ساتھ افراد کے سنینِ وفات حذف کر دیئے جن سے معلوم ہو سکتا تھا کہ اس فہرست میں بعض ایسے اصحاب کا اندراج بھی ہے جو جنگِ آزادی سے تیس چالیس سال قبل انتقال کر چکے تھے۔ اس طرح موصوف نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ انگریزوں کے وفادار علماء کی ننھی منی تعداد میں سترہ کمپنی کے صاحبِ علم ملازمین کا بطور علماء اضافہ تو کر لیا مگر انہوں نے اسی ''فاضل مؤرخ اور اسکالر'' کی اسی ضخیم کتاب سے ان بے شمار معروف علماء کی فہرست ترتیب دینے کی زحمت گوارا نہ کی

۔جنہوں نے انگریزوں کے خلاف قلمی اور عملی جدوجہد کی ۔موصوف نے مولوی عاشق علی میرٹھی کی کتاب ''تذکرۃ الرشید'' کے حوالے سے بتایا ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی، حاجی امداداللہ مکی اور مولانا رشید احمد گنگوہی سرکار برطانیہ کے جاں نثار تھے جبکہ ''ہمارے عہد کا فاضل مؤرخ اور اسکالر'' اپنی اسی کتاب میں حاجی امداد اللہ مکی کو ''امیر جہاد'' اور مولانا رشید احمد گنگوہی کو اس حربی جماعت کے عہدہ ''فصل قضایا'' پر مامور بتارہا ہے اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کا نام مجلس شوریٰ کی فہرست میں درج کیا ہے(صفحہ 178) کس کی بات درست مانی جائے؟ موصوف تو اپنے مسلک کی حمایت میں صورت اوّل کو ترجیح دیں گے کیونکہ دوسری صورت پر کڑوا کڑ واتھوتھو کی ضرب المثل صادق آتی ہے جبکہ تحقیقی نقطۂ نظر سے دونوں دعوے تشنۂ تحقیق ہیں کیونکہ دونوں مصنفین نے اپنی ان تحریروں کے ذیل میں کوئی حوالے درج نہیں کیے۔

موصوف نے سرسید کو نظریہ پاکستان کا بانی اور سب سے پہلے دوقومی نظریئے کی تھیوری پیش کرنے والا قرار دیا ہے۔ میں اس دعوے کو برصغیر کی تاریخ کا سب سے بڑا جھوٹ قرار دیتا ہوں۔ سرسید نہ تو نظریہ پاکستان کے بانی تھے اور نہ ہی دوقومی نظریئے کے خالق۔ ہمارے ہاں یہ بات ایک خاص طبقے نے مخصوص مصلحتوں کے تحت پھیلائی ہے جسے ہمارے تعلیمی نصاب اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے تقویت پہنچائی جارہی ہے ۔نظریۂ قوم کے موضوع پر سرسید کے متعدد اقوال میں سے صرف چار مختصر اقتباسات پیش خدمت ہیں:

1: تمام انسان بالکل شخص واحد ہیں اور میں قوم کی خصوصیت کے واسطے مذہب اور فرقہ اور گروہ پسند نہیں کرتا۔

(مکمل مجموعہ لیکچرز واسپیچز صفحہ 137)

2: وہ زمانہ اب نہیں کہ صرف مذہب کے خیال سے ایک ملک کے باشندے دوقومیں سمجھے جائیں۔

(سفرنامہ پنجاب۔ مطبوعہ 1884ء صفحہ 143)

3: لفظ ''قوم'' سے میری مراد ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے۔ یہ وہ معنی ہیں جس میں میں لفظ ''نیشن'' (قوم) کی تعبیر کرتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ امر چنداں لحاظ کے لائق نہیں کہ ان کا مذہبی عقیدہ کیا ہے؟ (ایضاً صفحہ 167)

4: یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے ورنہ ہندو، مسلمان اور عیسائی بھی، جو اسی ملک میں رہتے ہیں، اس اعتبار سے سب ایک ہی قوم ہیں۔ (ایضاً صفحہ 94)

واضح ہو کہ اقتباس اوّل 1873ء اور باقی اقتباسات 1884ء کی تقریروں سے لیے گئے ہیں۔ ان کے مقابلے میں موصوف کے مضمون اوّل میں درج بنارس کا 1867ء کا حوالہ کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ کسی شخصیت کے آخری دور کے خیالات ہی اس کے اصلی افکار تسلیم کیے جاتے ہیں۔ قائداعظم بھی تو پہلے ہندو اور مسلمانوں میں ''اتحاد کے سفیر'' کہلاتے تھے مگر بعد میں انہوں نے دوقومی نظریہ اپنایا تو یہی ان کی شخصیت کے ساتھ منسوب ہوا۔

موصوف قائداعظم اور ان کے چند ساتھیوں کا نام لے کر ان کی جدوجہد کے حوالے سے سوال کرتے ہیں کہ کیا

انہوں نے ''کبھی سول نافرمانی کی؟ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا؟ پولیس کی لاٹھیاں کھائیں؟ کبھی جیل گئے؟''

سبحان اللہ! کیا ہی ہاتھ کی صفائی ہے! کیا آزادی کی تحریک میں پولیس کی لاٹھیاں کھانے، جیل جانے والے ضروری طور پر فسادی اور دہشت گرد ہوتے ہیں؟ قائدِ اعظم کی جماعت کے ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ سطح تک کے سینکڑوں عہدیداروں نے جیل یاترا کی۔ اس کے علاوہ ہزاروں کارکن قیدی بنے اور لاٹھیاں کھائیں۔ آزادی کے پرستاروں کو کس ڈھٹائی کے ساتھ فسادیوں کے کھاتے میں ڈالا جا رہا ہے اور ان کی قربانیوں کو وحشت اور دہشت سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ کسی تحریک میں شامل تمام ارکان کے لیے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ جیل جائیں یا لاٹھیاں کھائیں۔ تحریک میں ان کے رویوں کو دیکھا جاتا ہے۔ موصوف کے نامزد چند قائدین کو اگر یہ موقع میسر نہیں آسکا یا اپنوں نے کسی حکمتِ عملی کے تحت ان سے گریز کیا کوئی مثال کوئی ضابطہ نہیں بن جاتی۔ جنگوں میں کمانڈر انچیف کا کام حربی منصوبہ بندی اور ہراول دستوں کو باعمل رکھنا ہوتا ہے جبکہ عام فوجی اپنے متعین کردہ فرائض کے مطابق لڑتے ہیں۔ تحریکوں میں بھی قائدین اور کارکن وقت کی مصلحتوں کے مطابق حکمت عملیاں اپناتے ہیں۔ ہمیں آزادی پر امن اور قانونی جدوجہد کے نتیجے میں نہیں بلکہ ہزار ہا جانبازوں کی قربانیوں کے صلے میں ملی۔ اس کی بنیاد 1857ء کی جنگِ آزادی میں رکھ دی گئی تھی۔ اگرچہ یہ جنگ کسی پیش بندی کے بغیر اچانک شروع ہوئی اور اس وجہ سے نظم و ضبط، باہمی روابط، منصوبہ بندی اور مرکزیت کے فقدان کے علاوہ سرمائے کی عدم دستیابی اور آستین کے سانپوں کے مخبری کارناموں کے باعث وقتی طور پر ناکام ہوگئی مگر اپنی کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود مستقبل کے لیے جدوجہد کا موزوں راستہ متعین کرنے کی ایک راہِ عمل چھوڑ گئی۔ اسے فساد یا دہشت گردی کہنے والوں کی اپنی ذہنی سطح اور ان کا اپنا معیار ہے۔ اس کے بعد نوے برس کے عرصے کے دوران میں بھی وقتاً فوقتاً حربی معرکے جاری رہے اور یہی باعث ہے کہ انگریزوں کو توپوں، گولیوں، پھانسی کے پھندوں اور کالے پانی کی سزاؤں کے بعد بتدریج قید خانے بھرنے اور لاٹھیوں کے استعمال کی سطح تک اترنا پڑا۔ بعد میں وہ اگر گفت و شنید پر آمادہ ہوئے تو حریت پسندوں کی عملی جدوجہد ہی کی بنا پر اگرچہ اس عمل میں بھی وہ ایک طویل عرصہ گزار گئے۔ اگر انہیں مستقل امن و سکون کا ماحول ملتا تو وہ کبھی جانے والے نہ تھے۔ وہ آرام سے سونے کی چڑیا کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے تھے۔ اس لیے یہ جنگ کبھی نہ کبھی تو ہونا ہی تھی۔ اگر جنگِ آزادی 1857ء میں نہ ہوئی ہوتی تو ہم 1947ء میں آزاد نہ ہو سکتے۔ اس جنگ میں تاخیر ہوتی تو آزادی بھی پیچھے جا پڑتی۔ جو لوگ انگریزوں کے باجماعت حاشیہ بردار رہے اور اہلِ وطن کی جاسوسی کے کارنامے انجام دے کر سرکاری انعام و اکرام وصول کرتے رہے۔ انہیں مفت میں آزادی مل گئی۔ انعام و اکرام کے وہ مواقع نہ رہے تو ان کے دانشور اپنے قلم کے جوہر دکھا کر حریت پسندوں کے خلاف قوم کے افراد کے ذہنوں میں کھلے بندوں شکوک پیدا کرنے لگے اور بالآخر انہیں فسادی قرار دیتے ہوئے ان پر تبرا بھیجنے کی مہم شروع کر دی۔ ان میں ایک بات البتہ ضرور ہے کہ وہ لوگ احسان فراموش نہیں کیونکہ ایسا کر کے وہ سابق آقاؤں کا حق نمک ادا کر رہے ہیں۔

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ: ابوالادیب

کتابچہ: مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا مجاہدانہ کردار

مرتّب: مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی قیمت: 25 روپے ضخامت: 64 صفحات

ناشر: مکتبہ انوارِ مدینہ۔ جامع مسجد صدیق اکبر، محلّہ صدیق آباد۔ مانسہرہ (صوبہ سرحد)

زیرِ نظر کتابچہ میں، مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے کچھ بے ترتیب اور منتشر واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ جس سے قاری کو تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ ورنہ مولانا کی زندگی تو ایک مجاہد کی زندگی ہے جسے بیان کرنے کے لئے ایک مضبوط قلم کی ضرورت ہے۔ اس انعام یافتہ کتابچے پر، جناب محمد طاہر عبدالرزاق آف لاہور نے شیلڈ دی ہے۔ صفحہ 3 پر مرتب کتابچہ جناب قاضی محمد اسرائیل گڑنگی صاحب کی منقبت میں ایک چھوٹی سی نظم ہے اور انتساب اس پر مستزاد ہے۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں:

''اس عظیم کتابچے کا انتساب، میں ملک وملت واسلام کے عظیم سپوت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بعد سب سے بڑے خطیب وداعی اسلام حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے نام کرتا ہوں۔ جنہوں نے ساری زندگی اسلام کے لیے وقف کی جو میری امی جان کی طرف سے میرے ماموں لگتے ہیں۔ وہ بھی گوجر قوم کی بجاڑ گوت سے تعلق رکھتے تھے۔''

کتاب: اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش

تالیف: پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ ضخامت: 128 صفحات قیمت: 60 روپے

ناشر: دارالکتاب، کتاب مارکیٹ۔ غزنی سٹریٹ، اردو بازار۔ لاہور

علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں جگہ جگہ غیر اسلامی تصوف کی مذمت کی ہے۔ یہ اسی غیر اسلامی تصوّف کا نتیجہ ہے کہ وہ خانقاہیں جہاں مسلمانوں کو خدا پرستی کا سبق ملتا تھا آج شخصیت پرستی، بلکہ قبر پرستی کا مرکز بنی ہوئی ہیں اور جہاں ہر طرف سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے نظر آتے تھے، آج عرس کے نام پر، دھمال اور رقص کی محفلیں رچائی جاتی ہیں، جہاں توحید کا درس دیا جاتا تھا وہاں آج شرک وبدعت عام ہے۔

میرا سبوچہ غنیمت ہے اس زمانے میں کہ خانقاہوں میں خالی ہیں صوفیوں کے کدّو

زیرِ تبصرہ کتاب میں پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ نے اسی موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ پروفیسر صاحب کا مطالعہ وسیع ہے۔ تحقیقی اور تنقیدی دنیا میں اُن کا اپنا ایک مقام ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی جیسی علمی شخصیت کی تالیف ہے۔ دارالکتاب نے اس تحقیقی کتاب کو شائع کر کے ایک علمی خدمت انجام دی ہے۔

مجلس احرار ہند کی سرگرمیاں

قادیانی اسٹیٹ کا منصوبہ کامیاب نہیں ہونے دیں گے

امیر احرار ہند مولانا حبیب الرحمان ثانی لدھیانوی

نئی دہلی (یواین آئی) یونائیٹڈ نیوز ایجنسی نے گذشتہ دنوں پاکستانی اخبار ''خبریں'' کے حوالے سے رپوٹ جاری کی کہ قادیانی بھارت اور پاکستان کے چند علاقوں پر مشتمل ''الجنت'' نام سے قادیانی اسٹیٹ کا منصوبہ بنارہے ہیں جس پر تین سالوں میں عملدرآمد ہوگا۔ اخبار ''خبریں'' کے مطابق ریٹائرڈ بیوروکریٹس کی سرپرستی میں قادیانی اپنی سرگرمیاں آگے بڑھارہے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہندوستان کے چند علاقوں پر قادیانی اسٹیٹ بنانے کی خبر اخبارات میں شائع ہونے کے بعد قادیانی جماعت بھارت کے انچارج نے اس بات کی تردید نہیں کی بلکہ پرمسرت خاموشی اختیار کرلی۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت جنگ آزادی ہند میں غداری کی طرح پر ایک بار پھر وطن دشمن سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

کل ہند مجلس احرار کے قومی صدر مولانا حبیب الرحمان ثانی لدھیانوی نے صدر دفتر میں ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ احرار قادیانی اسٹیٹ کا منصوبہ کامیاب نہیں ہونے دیں گے اس کے لئے خواہ کیسی بھی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ امیر احرار ہند نے کہا کہ جنگ آزادی میں مرزا قادیانی کذاب نے انگریزوں کا ساتھ دے کر وطن کے ساتھ غداری کی تھی اور اس فطرت پر چلتے ہوئے اس کی جماعت ایک بار پھر وطن عزیز کے ٹکڑے کرنا چاہتی ہے جسے کسی قیمت پر برداشت نہیں کیا جاسکتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ مجلس احرار نے انگریز کے دور میں جب قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں عروج پر تھیں۔ اللہ کا نام لے کر اس ناسور نما فتنہ کو دبادیا۔ اور آج بھی احرار بفضل باری تعالیٰ قادیانیوں کے غلیظ عزائم کو مٹی میں ملانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی اسٹیٹ کی تکمیل کا منصوبہ دن میں خواب دیکھنے کے مترادف ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ وطن کے غداروں کے لئے ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ قادیانی اسٹیٹ بنانے والے غدار اپنے آقا برطانیہ کے پاس چلے جائیں۔ امیر احرار نے کہا کہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ عوام میں تحفظ ختم نبوت کے لیے بڑی حد تک بیداری آئی ہے۔ جگہ جگہ قادیانیوں کو ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ احرار رہنما' قادیانی اسٹیٹ کے ناپاک منصوبے کے متعلق حکومت ہند کے اعلیٰ عہدیداروں سے ملاقات کر کے وطن دشمن عناصر کیخلاف کارروائی کا مطالبہ کریں گے۔

مرزائیت ملت کے لیے ناسور ہے۔مناظروں کانہیں اقدام کاوقت ہے

قادیانیوں کومیوات میں پھیلنے نہیں دیں گے

تحفظ ختم نبوت کانفرنس (میوات) سے مولانا حبیب الرحمان،مولانا محمد قاسم اور مولانا نور محمد کا خطاب

بھرت پور (راجستھان) (خصوصی نمائندہ احرار) یہاں ہریانہ اور راجستھان کے ساتھ لگتے علاقہ میوات میں مدرسہ دارالعلوم محمد یہ میں کھیڑہ ضلع بھرتپور میں ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مہتمم دار العلوم محمد یہ میر کھیڑا صدر جمعیت العلماء راجستھان نے علاقہ میوات میں فتنہ قادیانیت کے ناسور کو پھیلنے سے قبل ہی ختم کرنے کے مقصد سے دوروزہ عظیم الشان تحفظ ختم نبوت اجلاس کا انعقاد فرمایا۔ پہلی نشست کی صدارت مجلس احرار ہند کے امیر مولانا حبیب الرحمان ثانی لدھیانوی نے کی۔انہوں نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ قادیانی فتنہ اہل ایمان کے سامنے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔جب عاشقان رسول ﷺ اپنے پیارے نبی ﷺ کے تاج ختم نبوت کی حفاظت کے لئے دیوانہ وار نکلا کرتے ہیں۔تو کوئی بھی غاصب زیادہ دیر سامنے نہیں ٹک پاتا۔امیر احرار نے کہا کہ مناظرے ان سے کئے جاتے ہیں جو حقیقت پسند ہوں۔ یہ قادیانی تو انگریز کے زرخرید غلام اور نوکر ہیں۔امیر احرار نے کہا کہ مجلس احرار ملک بھر میں جمعیت العلماء سمیت ان تمام مسلم تنظیموں کے ساتھ تعاون کے لیے ہر وقت تیار ہے جو تحفظ ختم نبوت کے لئے سرگرم ہے۔

اوّل نشست سے خطاب کرتے ہوئے مجلس احرار ہریانہ کے صدر مولانا نور محمد چندینی صاحب نے کہا کہ ہریانہ میں قادیانی فتنہ کی بیخ کنی کے لئے ''احرار'' ہمہ وقت تیار ہے۔انہوں نے کہا قادیانی فتنہ کے عزائم ان شاءاللہ ہرگز کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔دوسری نشست کی صدارت کل ہند مجلس ختم نبوت کے ناظم دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم مولانا قاری محمد عثمان مدظلہ نے کی فرمایا کہ مرزائیت ملتِ اسلامیہ کے لئے ناسور ہے اور اس کا سدّ باب وقت کی اہم ضرورت ہے۔قاری صاحب نے کہا کہ علاقہ میوات میں علماء اور دیگر معززین کا قادیانی فتنہ کی سرکوبی کیلئے اکٹھے ہونا بہترین قدم ہے۔آخری نشست کی صدارت دارالعلوم محمد یہ میل کھیڑا کے مہتمم و راجستھان جمعیت العلماء کے صدر مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمائی۔انہوں نے پرعزم انداز میں کہا کہ علاقہ میوات میں قادیانیت کو پھیلنے نہیں دیا جائے گا۔عوام کو بہت جلد علماء ہر لحاظ سے اس فتنہ سے خبر دار کریں گے۔مولانا محمد قاسم نے اجلاس میں آنے والے معززین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ دور دراز سے علماء اور معززین کی ختم نبوت اجلاس میں آمد ہمارے لیے باعث مسرت ہے۔اس موقع پر ہریانہ،میوات اور راجستھان کے علماء خطہ کے چودھری حضرات و لیڈران نے اجلاس میں خصوصی طور پر شرکت کی۔

اس اجلاس میں بلاتفریق مسلک تمام علماء نے شرکت فرمائی۔دارالعلوم محمد یہ میل کھیڑا اور دار العلوم لدھیانہ کے طلباء نے قادیانیت پر نظمیں بھی پڑھیں۔

(رپورٹ: ابوعثمان احرار)

مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام
کراچی میں ماہانہ ''قیامِ شب'' پروگرام کا آغاز

فروری کے وسط میں مجلس احرار اسلام کراچی کے اراکین کا ایک اہم اجلاس ہوا۔ جس میں کراچی کی سطح پر احرار کی دعوت کو عام کرنے اور اس کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے سلسلے میں متعدد فیصلے ہوئے۔ جن میں اہم ترین فیصلہ جماعت کے زیر اہتمام ماہانہ ''قیامِ شب'' کا تھا۔ اجلاس میں جناب شفیع الرحمٰن امیر مجلس احرار اسلام کراچی، مولانا احتشام الحق ناظم مجلس احرار کراچی، جناب ڈاکٹر صلاح الدین اور استاذ مہدی معاویہ نے شرکت کی۔ طویل غور و فکر کے بعد کراچی کی علاقائی صورت حال کے پیش نظر طے پایا کہ کراچی میں پہلے سے موجود کارکنان جماعت ہر ماہ اجتماعی طور پر ''قیامِ شب'' کا اہتمام کریں گے۔ اس کی ترتیب حسبِ ذیل ہوگی۔

1: تمام احرار ساتھی ہر اسلامی مہینے کی پہلی جمعرات کو نماز مغرب سے قبل مجوزہ مقام پر پہنچ جائیں گے اور جمعہ کی صبح تک قیام کریں گے۔ فی الحال مسجد داؤد سائٹ ایریا کا انتخاب کیا گیا ہے۔

2: اس قیام کے دوران تمام ساتھی حتی الامکان فرائض و نوافل کے علاوہ مسنون اعمال کا اہتمام کریں گے۔ نماز مغرب کے بعد ذکر و اذکار، اوّابین کے لیے بیس منٹ ہوں گے۔ اس کے بعد نصف گھنٹے کا درس قرآن اور نصف گھنٹے کا درس سیرت ہوگا۔

3: نماز عشاء کے بعد آدھے گھنٹے کا وقفہ کھانے اور ذاتی حوائج کے لیے ہوگا۔ پھر ڈیڑھ گھنٹے پر مشتمل فکری نشست ہوگی۔ جس کے موضوعات حسب موقع طے کئے جاتے رہیں گے۔ یہ موضوعات احرار کا قیام، پس منظر اور پیش منظر، احرار اپنے نظریات کے آئینے میں، معاصر دینی جماعتوں کا محاکمہ، ملکی و بین الاقوامی سطح پر دینی جماعتوں کو درپیش چیلنجز، عصر حاضر میں احرار کی دعوتی حکمت عملی، احرار اور اس کے فکری محاذ وغیرہ وغیرہ۔ ان موضوعات پر کوئی ایک فرد لیکچر دے گا اور سوال و جواب کی نشست ہوگی۔ کبھی تمام شرکاء مذاکرے کی صورت میں بھی حصہ لے سکیں گے۔

4: اس نشست سے فارغ ہونے کے بعد تمام ساتھی استراحت کے لیے آزاد ہوں گے۔

5: صبح تمام ساتھیوں کو نمازِ تہجد کے لیے اٹھا دیا جائے گا۔ نمازِ فجر تک ساتھی ذکر و اذکار، تلاوت وغیرہ میں مصروف رہیں گے۔ نماز فجر کے بعد درس حدیث ہوگا۔ اس کے بعد اجتماعی دعا اور ناشتے کے بعد رخصت ہوگی۔

6: اس پورے پروگرام میں خیال رکھا جائے گا کہ حاضرین کا وقت زیادہ سے زیادہ قیمتی بن جائے اور ان کی توجہ اپنے مقصد

کی طرف مرکوز رہے۔نوافل اور ذکر وتلاوت کے لیے زیادہ وقت رکھا گیا ہے تاکہ احرار ساتھیوں میں عبادت وبندگی کا خصوصی شغف پیدا ہوسکے۔

7: ملاحظات:

☆ درس قرآن مجید موضوعاتی ہوگا اوراس میں کوشش کی جائے گی کہ اس درس کے ذریعے شرکاء میں قرآن کی صحیح انقلابی روح منتقل کی جائے۔

☆ درس سیرت اس بنیاد پر استوار ہوگا کہ ایک دینی کارکن اور انقلابی مجاہد کے سامنے رسول کریم ﷺ کی سیرت کے وہ تمام پہلو آجائیں۔جن سے ہر دینی جماعت اور کارکنان کو گزرنا ہوتا ہے۔مکی اور مدنی زندگی کے مختلف مراحل،منصب نبوت ورسالت،ختم نبوت،اخلاق وشمائل،اسوۂ رسول ﷺ جیسے موضوعات اس درس کے مشمولات ہوں گے۔

☆ عشاء کے بعد ہونے والی فکری نشست کا مقصد یہ ہے کہ کارکنان کو جماعت کے انقلابی نظریات سے روشناس کرایا جائے اورانہیں آئندہ عملی زندگی میں جدوجہد کے لیے فکری تربیت فراہم کی جائے۔

☆ فی الحال یہ پروگرام ماہانہ بنیادوں پر ہوگا۔اس کے بعد بتدریج وقفہ کم کرتے ہوئے پہلے پندرہ روزہ پھر ہفتہ وار کیا جائے گا۔ان شاءاللہ۔اس پروگرام کے لیے وقتاً فوقتاً مرکزی قائدین کو بھی دعوت دی جائے گی تاکہ اس کی افادیت دوچند ہوجائے۔

☆☆☆

(بقیہ از صفحہ 41)

وہ مسلمانوں کو امن پسند قوم سمجھتے ہیں۔صیہونی ٹولہ میڈیا کے ذریعے مسلمانوں کی کردارکشی کررہا ہے۔عوام امریکی اور برطانوی پالیسیوں کے خلاف زیادہ پراثر احتجاج کررہے ہیں۔اسی طرح عالمگیریت اورڈبلیو،ٹی،او کے خلاف شدید احتجاج کررہے ہیں۔

☆ موجودہ دینی مدارس کے نصاب کے متعلق آپ کی کیارائے ہے؟

❍ علماء کو عصری تقاضوں کے بارے سمجھنا چاہیے۔اگر نصاب کے متعلق کوئی کوتاہیاں موجود ہیں تو ان کو ختم کرنا چاہیے۔دنیا کے نئے اسلوب کو دیکھنا چاہیے۔اصل میں نصاب دوطرح کا ہے۔منقولات اور معقولات۔منقولات کے بارے میں تبدیلی تو میں حرام سمجھتا ہوں۔البتہ معقولات میں انسانی سطح کے مطابق بات کرنا چاہیے نہ کہ وہی سینکڑوں سال پرانے اسلوب کو لے کر چلنا چاہیے۔موجودہ دور کے جو مسائل ہیں ان کو سمجھنا چاہیے،دجالی فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی اصل پر واپس آجائیں،نئی صف بندکریں،اہل حق کو مایوسی اور مرعوبیت سے نکل کر جذباتیت سے ہٹ کر اپنا لائحہ عمل طے کرنا چاہیے۔

تیسویں سالانہ مجلس ذکرحسین (دارِبنی ہاشم ٗملتان):

ملتان(10 محرم،2مارچ)مجلس احراراسلام کے زیراہتمام تیسویں سالانہ مجلس ذکرحسین 10 محرم کودارِ بنی ہاشم میں منعقد ہوئی۔حاضرین بہت کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔مجلس سے قائدِ احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری ،جناب عبداللطیف خالد چیمہ،مولانا محمد مغیرہ،سید محمد کفیل بخاری،اورابن ابوذر سید محمد معاویہ بخاری نے خطاب کیا۔مقررین نے سیرت وسوانح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ،واقعہ کربلا،مقام صحابہ رضی اللہ عنہم اور عصر حاضر میں حسینی کردار کے عنوانات پر مفصل خطابات کیے۔

☆☆☆

اجلاس مرکزی مجلس شوریٰ

ملتان(25مارچ)مجلس احراراسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کاایک اہم اجلاس امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔انہوں نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ امریکہ دنیا بھر میں دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کررہا ہے اوراس ناپاک مہم میں یہودونصاریٰ کی مبینہ دہشت گردی کی مکمل سرپرستی اورحمایت کررہا ہے۔انہوں نے کہا کہ دنیا کی عظیم روحانی اور جہادی شخصیت،فلسطینی تحریک حماس کے سربراہ شیخ احمد یٰسین کی شہادت ٗیہودیوں کی دہشت گردی کا کھلا ثبوت ہے جبکہ امریکہ نے اسرائیلی دہشت گردی کی مذمت کرنے کی بجائے اس کی مجرمانہ حمایت کی ہے۔انہوں نے کہا کہ شیخ احمد یٰسین کی شہادت ٗعرب دنیا میں جہاد کی نئی روح پھونک دے گی۔

سیدعطاء المہیمن بخاری نے عراق اور افغانستان کے عوام کی طرف سے امریکی مظالم کے خلاف جدوجہد اور مزاحمت کرنے پر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا۔انہوں نے وانا (وزیرستان) میں قبائل کے خلاف حکومتی آپریشن کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ محبّ وطن فوج اورعوام کولڑانے کی صیہونی اورامریکی سازش ہے ٗجس کی تکمیل ہمارے نادان حکمران کررہے ہیں۔

مرکزی مجلس شوریٰ نے ملک بھر میں تنظیم سازی،مرکزی فنڈز کی وصولی اور 12,11 ربیع الاوّل کو چناب نگر میں ہونے والی سالانہ ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' کے انتظامات کا جائزہ لیا۔اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ مرکزی رہنما تنظیم سازی کے لیے ملک بھر کا دورہ اورسالانہ مرکزی فنڈ وصول کریں گے۔جس کی اطلاع تمام ماتحت شاخوں کوکردی جائے گی۔نیز تمام ماتحت شاخیں اورکارکنان 12,11 ربیع الاوّل کو چناب نگر میں ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی تیاری کریں۔

اجلاس میں مرکزی نائب امیر چودھری ثناء اللہ بھٹہ،سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد،ناظم نشرواشاعت عبداللطیف خالد چیمہ،میاں محمد اویس،مولانا محمد مغیرہ،قاری محمد یوسف احرار،سید محمد کفیل بخاری اور دیگر ارکان نے شرکت کی۔

عینک فریمی

زبان میری ہے بات ان کی

☆مشرف کو ٹی وی پر کہنا چاہیے تھا' بے نظیر میری ہیروئن ہے۔(بے نظیر)

کچھ ہم سے کہا ہوتا، کچھ ہم سے سنا ہوتا

☆ آیات اوپر نیچے ہو جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔(دیوان جعفر)

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

☆ پاکستان' طالبان کو کچلنے میں تعاون نہیں کر رہا۔(نائب وزیر دفاع امریکہ)

انکل بش! اعتماد کریں' وانا آپریشن قبول کریں

☆ ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور ان کی اہلیہ کو سول اعزاز دینے کا فیصلہ واپس (ایک خبر)

شمع سب کچھ تھی مگر صاحبِ کردار نہ تھی ایک پروانے کو بھی دادِ جنوں دے نہ سکی

☆ پاکستان کو روشن خیال بنائیں گے۔(صدر مشرف)

دین اور مذہب کے مرقد پر شمعیں اور پروانے ہوں گے زلفیں ہوں گی، شانیں ہوں گے، کہیں کہیں افسانے ہوں گے

☆ حذف کی گئی آیات میں جہاد اور یہود و نصاریٰ کا ذکر تھا، سب کچھ امریکی اشارے پر کیا گیا۔(اپوزیشن)

بوز نے کو رقص پر کس بات کی میں داد دوں؟

☆ عدالت میں پیش نہ ہونے پر' ایس ایچ او تھانہ کوٹ چھٹہ کی تنخواہ قرق کرنے کا حکم۔(ایک خبر)

لاکھوں کمانے والے کے لیے تنخواہ کیا حیثیت رکھتی ہے؟

☆امریکہ کے غلام نہیں کہ اس کی ہر بات آنکھیں بند کر کے مان لیں۔(وزیر خارجہ قصوری)

سوائے ان چھوٹے چھوٹے معاملات (یعنی کشمیر اور ایٹمی پروگرام وغیرہ وغیرہ)

☆ غربت صرف خدا ہی ختم کر سکتا ہے۔(وزیر اعظم جمالی)

ہم تو صرف کھانے پینے، چلنے پھرنے اور سر ہلانے کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔

☆اقوام متحدہ نے پاکستان کو غیر مہذب قرار دے دیا۔(ایک خبر)

کوفی عنان اور پاکستان......خدا کی شان اک کلچڑی گنجی......حضورِ بلبل بوستاں کرے نوا سنجی!

شورش کاشمیریؒ

ایک ملک، مسلک دو

کراچی و لاہور میں اذنِ عام — پشاور میں پینا پلانا حرام
قلم دل گرفتہ زباں بے مزہ — ادیبوں کی نسلِ نوی کو سلام
حدیثِ وفا پر قلم پھیریئے — دغا پر تُلے ہیں ہوس کے غلام
شرابی فقیہانِ امّت کے شیخ — ربابی زبان و بیاں کے امام
سفارت کا جادو بڑی چیز ہے — کئی چھوڑ جاتے ہیں اپنا مقام
غزالوں کا لشکر شغالوں کی ڈار — بدلنے چلی ہے خدا کا نظام
خداوندِ عالم کہاں جائیں ہم — بڑی تند ہے گردشِ صبح و شام
کہاں ہیں کہاں لیگ کے رہنما؟ — بہ حسرت انہیں ڈھونڈتے ہیں عوام
ستائش کی پروا صِلے کا خیال — مری شاعری کو نہیں اس سے کام

فقیہہِ حرم کو خدا سے گریز
برہمن پکارا کئے رام رام

☆☆☆

سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

غزل

یہ مقدر بھی اک پہیلی ہے
خالی دامن ہے پُر ہتھیلی ہے

نقد دے کر اُدھار اپنایا
کیسی بازی یہ ہم نے کھیلی ہے

جو بھی مجذوب ہے زمانے میں
ہم فقیروں کا یار بیلی ہے

تیری یاد 'اب برائے روحِ حزیں
سُونے مرقد میں اک سہیلی ہے

ساغرِ دل میں تو نے ساقیٔ کُن
معرفت کی وہ مئے انڈیلی ہے

دل دھڑکنے لگا ہے مٹی کا
تارِ روح اس طرح سے میلی ہے

اے انیسِ جہانِ تنہائی
آ کہ تجھ بن یہ جاں اکیلی ہے

موت جیسی کٹھن مصیبت بھی
تیری خاطر سے ہم نے جھیلی ہے

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام

فطرتِ احرار

کرتے ہیں ہم جو صاحبِ کردار کرتے ہیں
باطل پہ ہر طرف سے ہم یلغار کرتے ہیں

ہم ہیں نقیبؔ، ختم نبوت کے دوستو!
عشقِ رسول پاک کا پرچار کرتے ہیں

حق گو ہیں، حق پرست ہیں اور حق کے پاسدار
حق بات کا اظہار، سردارِ کرتے ہیں

ہم سرپھرے سے لوگ ہیں اک جذبِ آشنا
اشکوں کے نرم لہجے میں گفتار کرتے ہیں

اپنی ادائیں صدق و یقیں سے ہیں مستنیر
جرم وفا کا برملا اقرار کرتے ہیں

مرزائیوں کے واسطے برقِ تپاں ہیں ہم
اپنوں پہ جان تک بھی ہم نثار کرتے ہیں

نسبت ہماری وادیٔ کشمیر سے بھی ہے
یاد اب بھی اُس کے کوچہ و بازار کرتے ہیں

عظمت کا سنگ میل ہے اپنا قدم قدم
عزم جواں سے دشت، لالہ زار کرتے ہیں

میر شریعتؒ اپنے ہیں سالارِ اوّلیں
یادوں سے جن کی جاں کو ضیا بار کرتے ہیں

بوذرؒ کی نسبتوں پہ ہمیں فخر و ناز ہے
محسنؒ کے حوصلوں پہ انحصار کرتے ہیں

عطاء المہیمن آج اپنے میر کارواں
اُن کے جنوں سے خود کو طرحدار کرتے ہیں

حق گو حسینی قافلے کے سرخوش ہیں
باطل کے آگے جھکنے سے انکار کرتے ہیں

قرآں ہے ایک ہاتھ میں، شمشیر ایک میں
یوں پیرویٔ دیں کو ہم شعار کرتے ہیں

اُن کو کہاں ہے فطرتِ احرار کی خبر
بے فائدہ جو ہم کو گرفتار کرتے ہیں

بس موجزن ہے دل میں شہادت کی آرزو
ہم سرفروش' ایسا کاروبار کرتے ہیں

اللہ حکمران ہو اس سرزمین پر
باطل کی حکمرانی سے انکار کرتے ہیں

احرار کی سرشت ہے مومن کی آن بان
ہم پاسبانِ دیں ہیں' اقرار کرتے ہیں

اپنے لبوں پہ نعرۂ توحید سے سجا
ذکرِ نبی سے قلب کو سرشار کرتے ہیں

احرار کی یلغار کے' اغیار معترف
عشق وجنوں کا ہر گھڑی پرچار کرتے ہیں

ہے دل جلوں کی ایک ہی پہچان آج بھی
صدق وصفا کی عظمتوں سے پیار کرتے ہیں

تاریخ کے اوراق پہ لکھا ہوا ہے یہ
کیا کر سکے گا کوئی جو احرار کرتے ہیں

خالدؔ حضور پاک کی الفت سے ہر گھڑی
اُمت کو گہری نیند سے بیدار کرتے ہیں

☆☆☆

ماھانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان

☆ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان ☆ 29/اپریل 2004ء بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی **سید عطاء المہیمن بخاری** دامت برکاتہم

(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

الداعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم جامعہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان فون: 061-511961

سید کاشف گیلانی

مٹ گئے ہم کو زمانے سے مٹانے والے

جانتے ہیں ہمیں صدیوں سے زمانے والے
موت سے ہم ہیں کہاں آنکھ چرانے والے

ہم سے جو الجھے وہی لوگ ہوئے ہیں معدوم
مٹ گئے ہم کو زمانے سے مٹانے والے

اپنی آنکھوں سے کئی بار یہ دیکھا ہم نے
ڈرتے ہیں خاک نشینوں سے خزانے والے

ہم مسلماں نئی تہذیب کے داعی کیوں ہوں
ہم کو درکار ہیں انداز پرانے والے

ہم کو اللہ تعالیٰ کی مدد کافی ہے
سر نہیں غیر کی چوکھٹ پہ جھکانے والے

ہم نے ہر عیب سے بچنے کی ہدایت پائی
ہم مسلماں نہیں عیبوں کو چھپانے والے

پھر اسی خاک نے صدام کے بچے چھینے
جس نے لُوٹے تھے محمدؐ کے گھرانے والے

تم کو مل جائے جو کاشفؔ تو یہ کہنا اس سے
یاد کرتے ہیں کئی روز سے تھانے والے

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

بیٹی غریبِ شہر کی فاقوں سے مرگئی

جاتے ہوئے وہ پیر سے کیا ہاتھ کر گئی
نذرانے سب سمیٹ کے وہ اپنے گھر گئی

لکھے تھے مرزا جی نے جو اشعار بے شمار
بکری ہمارے یار کے شہ پارے چر گئی

''میں نے تو یونہی راکھ میں پھیری تھیں انگلیاں''
دیکھا جو غور سے تو بنا شہرِ درگئی

خاوند امیر شہر تھا جو سر کے بل گیا
بیوی غریبِ شہر تھی جو جل کے مر گئی

''اتنی ذرا سی بات میں جاتا رہا عتاب''
''مرشد'' کا ہاتھ لگنے سے محبوبہ تر گئی

''تہذیب ِ نو کے منہ پہ تو تھپڑ رسید کر''
جو میڈیا کے نام سے برباد کر گئی

گندم امیرِ شہر کی ہوتی رہی خراب
بیٹی غریبِ شہر کی فاقوں سے مر گئی

(ادارہ)

مسافرانِ آخرت

☆**پروفیسر عبدالواحد ملک مرحوم:**

ہمارے دیرینہ کرم فرما اور گورنمنٹ ولایت حسین کالج ملتان کے سابق پروفیسر جناب عبدالواحد ملک 17 مارچ کو انتقال کر گئے۔ وہ چند روز پہلے بیمار ہوئے۔ بیماری میں بھی وہ بڑے خوش اخلاق اور بذلہ سنج رہے۔ کون جانتا تھا کہ یہ بیماری جان لیوا ثابت ہوگی۔ مرحوم انتہائی صالح اور متقی انسان تھے۔ وہ عربی زبان کے ماہر استاذ تھے۔ کچھ عرصہ جامعہ بستانِ عائشہ دارِ بنی ہاشم ملتان میں بھی عربی زبان کی تدریس کے فرائض بطریق احسن سرانجام دیتے رہے۔ آج کل جامع العلوم میں تدریس کر رہے تھے۔ اُن کی ذات سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچی۔ قحط الرجال کے اس دور میں وہ کسی نعمت سے کم نہیں تھے۔ اُن کی نمازِ جنازہ مرکز احرار دارِ بنی ہاشم ملتان میں مولانا حافظ ناصر الدین خان خاکوانی مدظلہ نے پڑھائی۔ جنازے کے موقع پر ہر چہرہ افسردہ اور ہر آنکھ غمناک تھی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

☆ ماہنامہ ''قانون مفرد اعضاء'' کے چیف ایڈیٹر حکیم محمد یٰسین دنیاپوری گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔ مرحوم کا شمار ملک کے نام ور حکماء میں ہوتا تھا۔ وہ حکیم انقلاب ڈاکٹر صابر ملتانیؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔

مظہر الدین صدیق مرحوم (ماموں، سسر جناب شفیع الرحمٰن احرار۔ کراچی) ☆ مولانا محمد قاسم مرحوم (ہڈالی۔ ضلع خوشاب)

☆ چودھری محمد عاشق مرحوم (لاہور): مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن، انتہائی مخلص اور وضع دار انسان تھے۔ 6 فروری کو انتقال کر گئے۔

☆ محمد ممتاز صاحب (بلال میڈیکل سٹور) کی والدہ اور محمد اشفاق صاحب (پرنس میڈیکل سٹور ملتان) کی پھوپھی مرحومہ

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے (آمین)

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

دعائے صحت

☆ مجلس احرار اسلام بستی مولویاں (ضلع رحیم یار خان) کے مخلص کارکن جناب صوفی محمد اسحٰق کے فرزند محمد عمران کو اچانک فالج کا حملہ ہوا ہے اور وہ ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی حضرت مولانا ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ 28 نومبر 1961ء

مدرسہ معمورہ ملتان

کی توسیع کے لیے مدرسہ سے ملحق مکان 26 لاکھ روپے میں خرید کر تعلیم شروع کردی گئی ہے۔
مدرسہ 7 لاکھ روپے کا مقروض ہے۔ ادائیگی قرض کے سلسلے میں اہل خیر احباب و متعلقین فوری
توجہ فرمائیں اور اس کارِ خیر کی تکمیل میں بھرپور تعاون فرمائیں۔

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری (مدرسہ معمورہ)
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

✪ الحمدللہ درجہ حفظ و ناظرہ تعلیم قرآن کریم، درجہ کتب درس نظامی اور شعبہ پرائمری میں اس وقت 150 طلباء زیر تعلیم ہیں ✪ 7 اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں ✪ 50 طلباء مدرسہ میں رہائش پذیر ہیں ✪ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ قائم ہے۔ جس میں حفظ قرآن کریم اور دورۂ حدیث تک تعلیم دی جاتی ہے ✪ مدرسہ معمورہ، مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تعلیم ''وفاق المدارس الاحرار'' سے ملحق ہے ✪ ملک کے مختلف شہروں میں 36 دینی مدارس، وفاق المدارس الاحرار کے زیر انتظام چل رہے ہیں ✪ 15 مدارس کے اخراجات وفاق المدارس کے ذمہ ہیں ✪ مدرسہ معمورہ اور جامعہ بستانِ عائشہ کا ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' سے بھی الحاق ہے اور اسی کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جارہی ہے۔

الداعی الی الخیر
سید عطاء المہیمن بخاری (ابن امیر شریعت)
مہتمم
مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
فون: 061-511961

To, Syed Muhammad Kafeel Bukhari (MADRASAH MAMURAH
Dar-e-Bani Hashim,Mehrban Colony, Multan.Pakistan. Tel:061-511961
Current Account#3017-2.U.B.L.Kutchery Road Multan.

ساغر اقبالی

آخری صفحہ

☆ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ عموماً کہا کرتے تھے کہ: ''زندگی ہی کیا ہے' تین چوتھائی ریل میں کٹ گئی' ایک چوتھائی جیل میں' جتنے دنوں باہر رہے' لوگ گلے کا ہار بنتے گئے' آج کلکتہ' کل ڈھاکہ سے لکھنؤ' لکھنؤ سے بمبئی' پھر آگرہ' آگرہ سے دہلی اور دہلی سے لاہور' لاہور سے پشاور' پشاور سے کراچی۔''

''ذرا ہندوستان کے دیہات اور قصبات کا اندازہ کرلو' ہر کہیں گھوما پھرا ہوں' سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں تین سو چھیاسٹھ تقریریں کی ہوں گی' دن کہیں رات کہیں' صبح کہیں' شام کہیں''۔ ''میں نے تقریر کی' لوگوں نے کہا' واہ شاہ جی واہ' میں قید ہو گیا' لوگوں نے کہا''! آہ شاہ جی آہ! اور واہ واہ میں ہم ہو گئے تباہ۔''

(شورش کاشمیریؒ)

☆ ایک روز حبیب جالب رات کے دس بجے تک' چائنیز لنچ ہوم میں' سیاسی دوستوں کے ساتھ بیٹھے گپ شپ کرتے رہے' اسی اثنا میں اتفاقاً مولانا عبدالستار خان نیازی بھی پہنچ گئے اور انہوں نے بھی گفتگو میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ رات کے بارہ بج گئے۔ مولانا اٹھ کر جانے لگے تو حبیب جالب نے کہا ''حضرت! آپ میرے غریب خانے پر قدم رنجا فرمائیں۔''

مولانا نے شکریے کے ساتھ معذرت کی مگر حبیب جالب بضد رہے۔ بالآخر انہیں جالب کے گھر جانا پڑا۔ دستک پر جالب کے والد محترم غیض وغضب میں باہر نکلے تو شاعر عوام نے مولانا عبدالستار خان نیازی کو آگے کیا اور کہا: ''ابا جی! آپ روزانہ پوچھتے تھے کہ میں رات گئے تک کن لوفروں کے ساتھ بیٹھا رہتا ہوں۔ میں نے سوچا آج اُن سے آپ کی ملاقات بھی کرادوں۔ ان سے ملیں آپ ہیں عبدالستار خان نیازی مدظلہ العالی۔''

(عطاء الحق قاسمی)

☆ ابا جی' مجھے مارتے تھے تو امی بچا لیتی تھیں' ایک دن میں نے سوچا اگر امی پٹائی کریں گی' ابا جی کیا کریں گے۔ اور یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا ہوتا ہے' میں نے امی کا کہا نہ مانا' انہوں نے کہا ''بازار سے دہی لا دو'' میں نہ لایا۔ انہوں نے سالن کم کر دیا' میں نے زیادہ اصرار کیا۔ انہوں نے کہا پیڑھی پر بیٹھ کر روٹی کھاؤ' میں نے دری بچھائی اور اس پر بیٹھ گیا۔ کپڑے میلے کر لئے' میرا لہجہ بھی گستاخانہ تھا' مجھے پوری توقع تھی کہ امی ضرور ماریں گی مگر انہوں نے کیا یہ کہ مجھے سینے سے لگا کر کہا:

''کیوں دلاو پُتّر! میں صدقے' بیمار تو نہیں ہے تُو؟'' اُس وقت میرے آنسو تھے کہ رکتے ہی نہیں تھے۔

(''مٹی کا دریا''۔ میرزا ادیب)

تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء کے شہداء کی یاد میں

شہدائے ختم نبوت کانفرنس

دفتر احرار 69/c حسین سٹریٹ وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن لاہور

17 اپریل 2004ء بروز بدھ بعد نماز مغرب

زیر صدارت

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ
امیر مجلس احرار اسلام

جسٹس (ر)
جناب محمد رفیق تارڑ

مولانا زاہد الراشدی
سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل

جناب
نوابزادہ منصور احمد خان

جناب
مسعود شورش

جناب
چودھری ثناء اللہ بھٹہ
نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

جناب
قمر الحق بادشاہ

جناب
پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

جناب
خالد جانباز

جناب
عبداللطیف خالد چیمہ
ناظم نشرواشاعت مجلس احرار اسلام پاکستان

جناب
سید محمد کفیل بخاری
ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

شعبہ نشرواشاعت

فون: 042-5865465

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور

احرار گرافکس
ڈاک خانہ قاسم، مہربان کالونی، ملتان

Monthly"Naqee-e-Khatm-e-Nabuwwat"Multan.Regd.M#32

(26) چھبیسویں سالانہ دوروزہ

تحفظ ختم نبوت کانفرنس

12,11 ربیع الاوّل 1425ھ

جامع مسجد احرار چناب نگر

زیرصدارت

ابن امیر شریعت

حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

امیر مجلس احرار اسلام

قائدین احرار اور دیگر رہنما بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ عقیدت و محبت پیش کریں گے

پروگرام

11 ربیع الاوّل

پہلی نشست

بعد از ظہر تا عصر

(اجلاس عہدیداران ماتحت مجالس احرار)

12 ربیع الاوّل

دوسری نشست

بعد نماز عشاء

بعد نماز فجر: درس قرآن کریم

11 بجے صبح تا ظہر تقاریر

جلوس

حسب سابق بعد از ظہر: سرخ پوشانِ احرار کا عظیم الشان جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا

دوران جلوس مختلف مقامات پر زعماءِ احرار بصیرت افروز خطاب فرمائیں گے

شعبۂ نشر و اشاعت: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ: چناب نگر: 04524-211523 ملتان: 061-511961 لاہور: 042-5865465 چیچہ وطنی: 0445-482253

Designed by: Ilyas Miranpuri

احرار گرافکس